رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY, QADIAN,

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

ہفتہ وار

الحکم

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگرے و ابلیس دیگرے آدمے دیگر

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ۱۰ر
رؤساء و امراء سے صہ
معاونین سے سعہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲/-

مدینۃ المسیح

قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی
۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸
تاریخوں کو خدا کے فضل
اور رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب
احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی بہ دارِ قادیاں بینی
دوا بینی، شفا بینی غرض دار الاماں بینی
قیمت فی پرچہ ۲ر

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
مجاہد مصری

جلد ۳۷ | ۲۱ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ یوم شنبہ | نمبر ۲۶

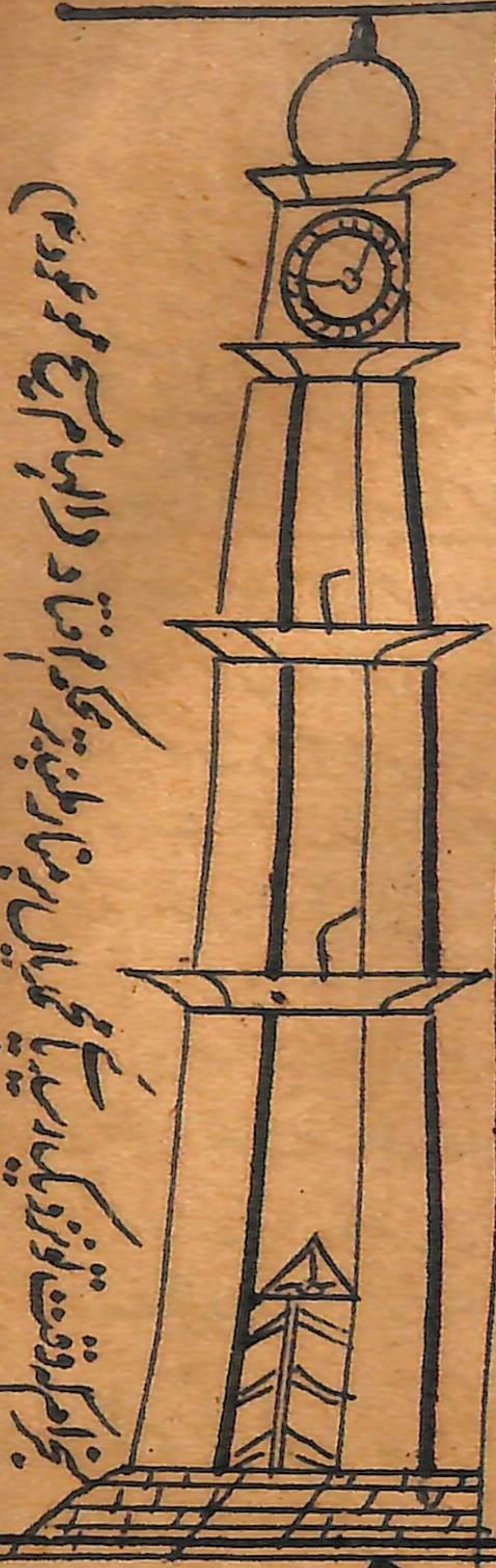

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقعہ خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی۔ اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی عظیم الشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار
مرزا محمود احمد

خریداران الحکم کا اپنا صفحہ

الحکم کے لئے مخلصانہ جذبات اور عالی ہمتی کا اظہار

چودھری غلام محمد صاحب آف پوہلہ و امیر جماعت احمدیہ پوہلہ دمیانوالی وکوٹ باجوہ وغیرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے نہایت مخلص صحابی ہیں اور الحکم کے بہت پرانے خریدار ہیں۔ وہ مجھے ذاتی طور سے ملے۔ اور انھوں نے الحکم کی خدمات کا اعتراف نہایت محبت بھرے الفاظ میں کیا۔ اور کہا کہ الحکم کو پڑھ کر آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں عملی طور پر اس خدمت کا اعتراف کم از کم آٹھ خریدار دیگر کروں گا۔

چودھری صاحب کا نمونہ اگر سلسلہ کے دیگر امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان بھی اختیار کریں تو الحکم بار بار کے تقاضوں اور تحریکوں سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چودھری صاحب کی ہمت اور ان کے ارادوں اور کاموں میں برکت دے۔ اور ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔ (محمود احمد عرفانی)

جماعت احمدیہ مرنگ کا ریزولیوشن مبارکباد

بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

جماعت احمدیہ حلقہ مرنگ کا یہ خاص اجلاس حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ حضرت ام المومنین۔ حضرت میاں شریف احمد صاحب۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور جمیع ممبران خاندان نبوت کی خدمت بابرکت میں صاحبزادہ حافظ میاں ناصر احمد صاحب و صاحبزادی سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادہ میاں منصور احمد صاحب و سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی شادی پر خلوص دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تقریبوں کو ذریعہ یقین اور سلسلہ کے لئے بابرکت بنائے۔ ان عزیزوں کو اپنے حفظ و امان میں دین و دنیا کی ترقیوں سے رشک آفتاب بنائے خدمت اسلام کی خاص توفیق عطا فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا کی قبولیت کا نشان بنائے ؎

اہلِ وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں ✦ حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں ✦ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

اعلان نکاح

۳ر جولائی ۱۹۳۴ء کو حلیمہ بیگم بنت غلام قادر شرق سیکرٹری انجمن احمدیہ بنگلور کا نکاح احمد شریف صاحب شاعر ساکن شیموگہ کے ساتھ حق مہر پانچ صد روپیہ پر الحاج سید حسین صاحب نے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

(خاکسار میر کلیم اللہ عفی عنہ میل کنٹریکٹر شیموگہ)

درخواست دعا

سکندرآباد دکن کے نہایت مخلص اور محترم بزرگ سیٹھ جی ایم ابراہیم صاحب عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے نہایت توجہ سے دعا کریں

وہ ایسے بزرگوں میں سے ہیں جن کو صحیح معنوں میں ابدال کہا جا سکتا ہے

(محمود احمد عرفانی)

دیارِ حبیبؑ کا ایک مسافر

از حضرت شبنم سرحدیؔ

جانب دارالاماں
دور سے آیا ہے وہ
اک مسافر ہے رواں
خستہ ہے اور ناتواں
اسکی ہمت ہے بلند

بے سر و ساماں بھی ہے
گرم لو ہے چل رہی
نیم تن عریاں بھی ہے
منظر ویراں بھی ہے
اسکی ہمت ہے بلند

وقت نازک اسقدر
ہے مریضِ عشق کو
چپہ چپہ پر خطر
موت کے منہ میں گذر
اس کی ہمت ہے بلند

اسکے دلمیں ڈر نہیں
وہ نہیں ہے مضطرب
وہ نہیں اندوہگیں
اس کو ہے کامل یقیں
اُسکی ہمت ہے بلند

سر غبار اندود ہے
اس کا دل ہے مطمئن
چہرہ گرد آلود ہے
وہ بہت خوشنود ہے
اسکی ہمت ہے بلند

سالکِ راہِ نگار
مستِ جامِ بیخودی
مثلِ آہوئے تتار
سرخوش و دانائے کار
اسکی ہمت ہے بلند

شعلۂ سینا ہے عشق
وادیٔ تاریک میں
ہم ید بیضا ہے عشق
دیدۂ بینا ہے عشق
اس کی ہمت ہے بلند

بر تو اے والا مقام
تو ہمائے بام یار
از منِ مسکیں سلام
منِ اسیرِ زیرِ دام

چشمۂ خوں ہے رواں
سخت ہے گو امتحاں
پائے بے پاپوش سے
راستہ ہے پُر خطر
اُس کا جذبہ ارجمند

دھوپ کا طوفاں بھی ہے
خوش بھی ہے خنداں بھی ہے
دوپہر کا وقت ہے
پھر بھی حیرت ہے کہ وہ
اُس کا جذبہ ارجمند

خوب پھیلایا ہے شر
وہ مگر بستہ کمر
دشمنانِ دین نے
سوئے منزل ہے رواں
اس کا جذبہ ارجمند

خود ہے صدق المخلصیں
قرب رب العالمیں
خضرِ راہِ عاشقاں
دوریٔ منزل میں ہے
اسکا جذبہ ارجمند

رہبر و محبوب دے
کسقدر محمود ہے
ظاہری صورت میں وہ
اُسکی قسمت دیکھیے
اُس کا جذبہ ارجمند

ہے رواں دیوانہ وار
اور رستے میں ہیں خار
وحشتِ دل کے لئے
پاؤں میں چھالے ہیں گو
اس کا جذبہ ارجمند

چشمۂ اصفائے عشق
ہمچو دست دیائے عشق
عشق ہے آبِ حیات
عشق کو غم ہوش ہے
اس کا جذبہ ارجمند

من غریب تشنہ کام
چشم من گریاں مدام
تو براہِ میکدہ
گل بدامن چشم تو

ہمت تو بس بلند
جذبۂ تو ارجمند

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی روایات

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب تلونڈی جھنگلاں متصل قادیان میں رہتے ہیں ان کا اصل مسکن بہادر حسین ہے۔ جو کسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اجداد کے مقبوضات میں سے تھا۔ مولوی صاحب موصوف کا تذکرہ جداگانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے ذیل میں آئے گا۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اُسوقت سے حاضر ہوتے تھے۔ جبکہ ابھی آپنے کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ۱۸۹۱ء میں حضور جب دہلی تشریف لے گئے اور مولوی سید نذیر حسین صاحب کو دعوت مناظرہ دیگئی تھی۔ اسوقت مولوی صاحب دہلی میں تعلیم پاتے تھے۔ مولوی صاحب ایک شریف النفس اور متقی انسان ہیں۔ انھوں نے جو روایات لکھ کر اپنے حالات کے ضمن میں مجھے دی ہیں انھیں میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ میں نے ان روایات میں بجز اسکے کچھ تصرف نہیں کیا کہ کہیں کہیں ترتیب کے لحاظ سے ...... اسلوب بیان میں تبدیلی کردی ہے۔ مگر بہت ہی کم ﴿ (عرفانی)

(۱)

پہلی مرتبہ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُسوقت دیکھا جبکہ وہ اپنے استاد حافظ محمد نام کو ملنے قادیان گئے حافظ صاحب موصوف خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اور مرزا فضل احمد صاحب مرحوم کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ:-

"میں ان سے ملنے کے لئے آیا تین چار روز رہا۔ حافظ صاحب اور یہ عاجز جس کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا

حافظ صاحب! آپنے کھانا کھا لیا؟

حافظ صاحب نے جواب دیا کہ مرزا صاحب کھا لیا۔ پھر حضور اتنی گفتگو کے بعد تشریف لے گئے۔ حافظ صاحب نے اس عاجز کو کہا کہ مرزا صاحب (بڑے مرزا صاحب مراد ہیں) کے یہ لڑکے بڑے ہی نیک ہیں۔ گوشہ نشینی میں ہمیشہ یاد الٰہی کرتے ہیں۔ دنیاوی کاروبار سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔

نوٹ:- مولوی رحیم بخش صاحب نے اس روایت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اسوقت حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم زندہ تھے ان کا انتقال ۱۸۷۶ء میں ہوا ہے۔ اس لئے یہ واقعہ یقیناً اس سے پہلے کا ہے۔ لیکن جیسا کہ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کی تعلیم کا زمانہ تھا۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے یہ ۱۸۷۰ء کے قریب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اس روایت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلق اکرام ضیف کا نمونہ پایا جاتا ہے۔

(۲)

مولوی رحیم بخش صاحب کہتے ہیں کہ جب میں بہادر حسین آیا تو ایک نمبردار کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کیا کہ وہ بہت نیک ہیں تو اس نے کہا کہ ایکمرتبہ مرزا غلام قادر صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب دونوں اس جگہ آئے تھے۔ یہ گاؤں ان کی جاگیر تھا۔ اسجگہ غلہ جمع کیا کرتے تھے۔ مرزا غلام قادر صاحب ہمارے ساتھ کھیلتے تھے۔ اور جو کھیلیں ہم کرتے وہ بھی کرتے مگر مرزا غلام احمد صاحب نہ لڑکوں میں کھیلتے اور نہ شوخی وغیرہ کرتے بلکہ چپ چاپ بیٹھے رہتے۔

نوٹ:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچپن کے دیکھنے والے سب کے سب اس امر پر متفق ہیں آپ بچپن میں نہایت متین اور باحیا تھے لڑکوں کے ساتھ کبھی فضیحتے نہ تھے۔ بلکہ آپ کی طبیعت میں خلوت گزینی اور تنہائی کا جذبہ غالب تھا۔

(۳)

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قادیان آیا۔ میری عادت تھی جب آتا تو آپ کے پاؤں دبایا کرتا۔ فرمایا رحیم بخش۔ مولوی عبداللہ صاحب استاد مولوی محمد حسین تلونڈی ڈوڈیاں سے جو پاس سے پارے آئے تھے تین روز رہے اور چلے گئے۔ اور روتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ یہ نعمت آپ کو کیسے مل گئی۔ میں ۲۲ سال سے عبادت کر رہا ہوں میرے نصیب نہیں ہوئی۔ مینے اُن کو کہا تھا کہ:-

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دیوے

(نوٹ) مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسوقت سلسلہ الہامات جاری تھا۔ اور کثرت سے الہامات ہوتے تھے حضرت اقدس کے ارشاد میں اور مولوی عبداللہ صاحب کے بیان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اپنی ۲۲ سالہ عبادت پر گویا ناز تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ تھا۔ اپنی کسی عبادت اور ریاضت کا ذکر نہیں کرتے۔ اور یہ کیفیت آپکے قلب میں اس قوت کے ساتھ راسخ تھی کہ ہمیشہ اپنے ضعف و عجز کا اظہار کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل ہی کو نمایاں کرتے رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

(۴)

مولوی رحیم بخش صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شامی آپکے پاس آیا۔ اس نے سوال کیا کہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو شیطان مس کرتا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ کو نہیں یہ دونوں مس شیطانی سے بچے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جو بچہ حضرت عیسیٰ اور اس کی ماں کی خصلت رکھتا ہے تو شیطان اسکو مس نہیں کرتا۔ اگر یہ معنی نہ لئے جاویں۔ تو یہ حدیث غلط ٹھہرتی ہے اس لئے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً یقیناً مس شیطانی سے پاک ہیں۔ اور دوسرے انبیاء اور صلحاء و بزرگ بھی مس شیطانی سے محفوظ رہے ہیں۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ شامی کی غرض یہ تھی کہ یہ دونوں ہی اعلیٰ مرتبہ پر ہیں اور یہی مس شیطانی سے محفوظ ہیں۔

نوٹ:- حضرت مسیح علیہ السلام کبھی یہ گوارا ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی بات کسی کے منہ سے ایسی سنیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کے خلاف ہو۔ اور جس میں آپ کی تنقیص کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ آپ کی اس ایمانی غیرت کا ظہور آپ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔ جبکہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وآں مسیح ناصری شد ازدم او بے شمار

نا اہلوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان اور مقام رفیع کو سمجھا ہی نہیں اسلئے بعض غلط عقائد کو اختیار کر کے اس خطائے عظیم کا ارتکاب کیا کہ مسیح ناصری کی حیات اور اس کے متعلق بعض غلط عقائد کو رکھکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی شان کو گھٹانا چاہا۔ تب خدا تعالیٰ کی غیرت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ تا دنیا پر ثابت کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کتنا بلند ہے۔ آپکے خدام میں ایک جلیل الشان انسان بھی کھڑا ہو سکتا ہے جو پکار کر کہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(۵)

مولوی رحیم بخش صاحب کہتے ہیں کہ:-

ایک مرتبہ خاکسار نے پوچھا کہ مرزا صاحب آپ کو کسطرح الہامات ہوتے ہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ ولی ہوں۔ ولی تو اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کرتے۔ آپنے فرمایا میں تو ظاہر کیا کرتا ہوں۔ مجھ کو تو یہی حکم ہے

نوٹ:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی زندگی سے واقف لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کو گوشہ خلوت پسند تھا۔ اور آپ ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ دنیا میں ظاہر ہوں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے آپ کو مامور کر دیا۔ تو آپنے اعلان کرنے میں کسی قسم کے خطرات کا خیال بھی نہیں کیا۔ جہل یہ ہے کہ عوام یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کے مامورین اور مرسلین کی حالت بالکل الگ ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں آتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ پر ایک لذیذ اور معرفت بخش ایمان

پیدا کریں۔ اور یہ بصیرت اللہ تعالیٰ کی ان آیات سے پیدا ہوتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی کے ذریعہ ...... ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ قبل از وقت بشیر و نذیر ہو کر خدا کا کلام جو غیب پر مشتمل ہوتا ہے۔ سناتے ہیں۔ اور آخر وہ اسی رنگ میں پورا ہوتا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کی ہستی نمایاں ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسیطرح خدا تعالیٰ کی ہستی کو آئینہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں ؎

آں خدائے کہ ازو اہل جہاں بے خبراند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

(۶)

مولوی رحیم بخش صاحب کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں قادیان آیا۔ حضور جس کمرے میں تشریف رکھتے تھے خاکسار اس کمرے کے باہر سویا ہوا تھا۔ رات کو جو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہوں کہ حضور چلا چلا کر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے عشق کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **تلاوت قرآنی** کے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ اور ان کی متواتر شہادت ان لوگوں سے ملی ہے۔ جنھوں نے بلاواسطہ آپ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے آپ کے کلام میں ایک درد۔ رقت اور محبت کی لہر ہوتی تھی۔ باوجودیکہ اس میں موسیقی کا رنگ نہ ہوتا تھا۔ مگر اس میں بے انتہا جذب اور کیف آور لہر ہوتی تھی۔ آپ کے قرآن مجید کے پڑھنے کے کئی طریق تھے بعض اوقات آپ قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھتے تھے جبکہ آپ کو کوئی مضمون لکھنا ہوتا تھا۔ اس کا رنگ بالکل الگ تھا بعض اوقات قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالیٰ سے محبت و عشق کی کیفیت میں ایک ہنگامہ خیز کیفیت پیدا کرنے کے کرتے تھے۔ اور یہ علی العموم آپ رات کو فرماتے تھے جبکہ دنیا سوئی ہوئی ہوتی تھی۔ اسوقت آپ گنگنا کر قرآن مجید کو پڑھتے۔ اور آپ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوتی تھی اس کیفیت کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

ایک نامعلوم الاسم کے نام

آج جو مکتوب میں درج کر رہا ہوں۔ اسپر کسی کا نام درج نہیں۔ لیکن جہاں تک ظن غالب اور میری اسوقت تک کی تحقیقات ہے (جسے میں ابھی تشنہ تکمیل سمجھتا ہوں) یہ مکتوب **امام الدین فاتح الکتاب المبین** کے نام ہے۔ یہ شخص اس امر کا مدعی تھا کہ نعوذ باللہ قرآن مجید نامکمل ہے اور جب تک کتب سابقہ کو اس کے ساتھ ایک ہی جلد میں نہ ملایا جاوے مکمل نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کے متعلق مختلف اوقات میں مختلف فتنے پیدا ہوئے۔ عباسیوں کے عہد میں **خلق قرآن** کا ایک خطرناک فتنہ تھا۔ جس نے مسلمانوں کی دینی اور عملی قوت میں ایک ضرب لگائی۔ پھر کبھی بعض لوگوں نے دوسرے رنگ میں اس کی عدم تکمیل کا فتنہ برپا کیا۔ لیکن یہ بھی قرآن کریم کے زندہ کتاب اور محفوظ صحیفہ ہونے کا ایک اعجازی ثبوت ہے کہ ہر زمانہ میں ہر قسم کے معترضین کے جواب کے لئے خدا تعالیٰ نے کوئی سامان پیدا کر دیا۔ اس زمانہ میں بھی قرآن مجید کی شان پر بعض اندرونی لوگوں نے اپنی ناواقفی اور کم فہمی کی وجہ سے اعتقاد کے رنگ میں نادانستہ حملہ کیا۔ یہ دراصل تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو قرآن مجید پر احادیث کو قاضی اور حکم سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو قرآن مجید پر عمل کا یا اعتقاد کا اتنا بڑا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تعامل اور حدیث نبوی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ شخص امام الدین فاتح الکتاب المبین (یہ نام اس نے خود اپنے اصل نام کے ساتھ اضافہ کیا تھا) اس امر کا مدعی تھا کہ قرآن مجید کی تکمیل اسوقت تک نہیں ہوتی جب تک صحف سابقہ کو ساتھ شامل نہ کیا جاوے۔ اس نے بہت کوشش کی مگر کوئی جماعت تو درکنار اپنا ہم خیال بھی کوئی پیدا نہ کر سکا۔ اسکے متعلق شاید میں زیادہ وضاحت سے **حیات احمد** میں ذکر کروں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) یہاں صرف معرفی کے لئے نوٹ لکھدیا ہے۔ میری تحقیقات میں یہ مکتوب اسی کے نام ہے اور کوئی صاحب اس مکتوب کے متعلق مزید روشنی ڈال سکیں تو نہایت خوشی سے اسے شائع کیا جائے گا۔ خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اپنے معلومات سے مستفید کرنے میں مضائقہ نہ کریں گے (عرفانی)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میری نسبت جو آنمکرم خودستائی و استکبار یا کسی بیجا ادعا کا ظن رکھتے ہیں۔ اس ظن کی بنا صرف بے خبری و ناواقفیت پر ہے۔ بہتوں نے نبیوں کی نسبت ایسے ہی ظن کئے۔ پھر جب کسی وقت صحبت میسر آئی۔ تو جس کو حق کے ساتھ مناسبت تھی۔ خدا تعالیٰ نے اُسکے وساوس دور کر دیئے۔ سو اگر آپ صحبت سے دور ہیں اور ملاقات سے کنارہ تو پھر اس بیماری کا کیونکر علاج ہو۔ دعا بھی اُن ہی لوگوں کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ جو اپنے تعصب اور سوء ظن کو کچھ کم کرتے ہیں جن لوگوں کو انکار میں غایت درجہ کا غلو تھا۔ اُن کو اولوالعزم رسولوں کی توجہ اور دعا بھی کچھ سودمند نہ ہوئی۔ اور جو آپ اپنے وساوس کے دور کرنے کے لئے مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں میرے گمان میں اس آرزو کی بنیاد اخلاص پر نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ میری ملاقات سے بھی کنارہ ہیں۔ تو آپ کو میری ملاقات کچھ فائدہ نہیں دے گی میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ آپ ایک رسالہ مستقلہ اپنی رائے اور خیال کی تائید میں چھپوا کر میرے پاس بھیجیں۔ مگر رسالہ ایسا ہونا چاہیئے جس میں وہ سب دلائل مندرج ہوں جن پر تائید اپنے دعوے کے آپ زور دیتے ہیں۔ اس طور کی بحث سے پبلک کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور ہر ایک منصف کو رائے لگانے کا موقع مل سکتا ہے۔

آپ کی رائے میں قرآن شریف پہلی کتابوں کا اسطور سے متمم و مکمل ہے۔ جو کچھ پہلی تحریرات سے کچھ زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت تھا۔ صرف وہ امر زائد یا کسقدر مفصل قرآن شریف نے بیان کر دیا ہے۔ مگر دوسری ہزارہا صداقتیں کہ جو اچھی طرح پہلی کتابوں میں بیان ہو چکی ہیں وہ قرآن شریف میں پائی نہیں جاتیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے بھی ارادہ کیا ہے کہ ان کا اعادہ قرآن شریف میں ضروری نہیں۔ ان کے لئے پہلی کتابوں کی تلاوت لازم پکڑنی چاہیئے۔ ورنہ ایمان اور عمل اور علم ناقص رہیگا اب ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا۔ اور قرآن شریف درحقیقت ایک ناقص کتاب ہے۔ اور اسکی تکمیل اس تمام مجموعہ کتب پر موقوف تھی۔ جو حضرت آدم سے لے کر تمام متفرق قوموں کے نبیوں پر نازل ہوتے رہے ہیں تو چاہیئے تھا کہ خدا تعالیٰ وہ تمام کتابیں روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے میسر کر دیتا۔ یا قرآن شریف میں ان کے نام بتلا دیتا۔ مگر اس نے بجز حضرت موسیٰ کی کتاب توریت اور حضرت داؤد کی کتاب زبور اور صحف ابراہیم اور انجیل کے اور کسی کتاب کا نام بھی نہیں بتلایا۔ اور جن کتابوں کا نام بتلایا اسکے ساتھ یہ دل توڑنیوالی خبر دے دی کہ وہ تمام کتابیں محرف اور مبدل ہیں غرض اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو اول وہ دنیا کی تمام کتابیں جمع کر کے دکھا دیں۔ جن کے شمول و الحاق پر قرآن شریف کی تکمیل موقوف ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو قرآن شریف ناقص رہ جاتا ہے میری دانست میں آپنے ایک ایسا فضول اور بے بنیاد دعویٰ اپنے ذمہ لے لیا ہے جس کا ثبوت آپکے لئے محال اور ممتنع ہے بینات قرآنی سے آپ کیوں کر بھاگتے ہیں۔ کیا کبھی قرآن شریف کی تلاوت کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے **یتلو صحفا مطہرۃ فیھا کتب قیمۃ**۔ سو جس حالت میں اللہ شانہ آپ فرماتا ہے کہ تمام پاک صداقتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں اس کتاب میں درج ہیں تو آپ ایسی جامع کتاب کو کیوں نظر تخفیف سے دیکھتے ہیں آپکے لئے یہ طریقہ بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں کسی پہلی کتاب کی جو آپکے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف سے وہ صداقتیں دکھانے میں قاصر رہا۔ تو آپ کا دعویٰ خود ثابت ہو جائے گا کہ ایسی ضروری اور پاک صداقتیں قرآن شریف میں نہ پائی گئیں۔ ورنہ آپ کو اس غایت درجہ کی بے ادبی سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جس کتاب کا نام جامع الکتب اور نور مبین رکھا ہے۔ آپ اس کتاب کو ناقص ٹھیراتے ہیں۔ آپکو اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ خود یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے اقرار سے ثابت ہے کہ پہلی کتابیں جو دنیا کے لوگوں پر نازل ہوئی تھیں کچھ تو ان میں سے بتمامہا نابود ہو گئیں اور کچھ تحریف کی گئیں اور کچھ ناقص رہ گئیں اور اب بصحت و کاملیت و جامعیت دستیاب ہونا ان کتابوں کا محال ہے۔ پس آپ قرآن شریف کی کاملیت کو محال پر موقوف رکھ کر ایک زہرناک فتنہ لوگوں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ آپ کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اور عنقریب آپ کو ندامت کے ساتھ اس مفسدانہ اعتقاد سے رجوع کرنا پڑے گا زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

۲۸ر اپریل ۱۸۹۸ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۳۴ء نمبر (۲۵) جلد ۳۷)

طبیب کے لئے جیسا ضروری ہے۔ کہ تشخیص عمدہ طور پر کرے۔ اسی طرح پر واعظ . . منصب کا یہ فرض ہے۔ کہ وعظ دینے سے پہلے ان لوگوں کے امراض کو مدنظر رکھے۔ جن میں وہ مبتلا ہیں۔ مگر مشکل تو یہی ہے۔ کہ یہ فراست اور یہ معرفت حقانی واعظ کے سوا دوسرے کو ملتی ہی کم ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ملک میں باوجودیکہ سینکڑوں ہزاروں واعظ پھرتے ہیں۔ لیکن عملی حالت ملک کی دن بدن پستی کی طرف جارہی ہے۔ ہر قسم کی اعتقادی ایمانی اخلاقی غلطیاں اور کمزوریاں اپنا اثر کرتی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وعظوں میں حقانیت نہیں۔ رُوح نہیں۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر میں اس وقت اپنے دوستوں کو یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ چونکہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اپنے دلوں میں طلب حق کی پیاس کو محسوس کیا ہے۔ وہ راستی اور صداقت کے لینے میں مضائقہ نہ کریں۔ گو واعظ مختلف رنگوں اور پیرایوں میں اپنا سوال ہی پیش کرے۔ مگر تم کو نہیں چاہیئے۔ کہ صرف اس ایک وجہ سے اصل حکمت کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ جو اُن کے سوال کو سُنکر ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ بھی تو غلطی پر ہے۔ کیا کسی لعل اور گوہر نایاب کو محض اس لئے پھینک دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کسی بدبودار یا میلی کچیلی ٹلّی (دھجی کپڑے کی) میں بندھا ہوا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کے سوا اگر واعظ سوال کرتا ہے۔ تو کیا تمہیں خبر نہیں۔ کہ تمہیں تو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ **وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ** اور سائل خواہ گھوڑے پر ہی سوار ہو کر آیا ہے۔ پھر بھی واجب نہیں۔ کہ اس کو رد کیا جاوے۔ تیرے لئے یہ حکم ہے کہ تو اس کو جھڑک نہیں۔ ہاں خدا نے اسکو بھی حکم دیا ہے۔ کہ وہ سوال نہ کرے۔ وہ اپنی خلاف ورزی کی خود سزا پالیگا۔ لیکن تمہیں یہ مناسب نہیں۔ کہ تم خدا تعالےٰ کے ایک واجب العزت حکم کی نافرمانی کرو۔ غرض اس کو کچھ دیدینا چاہیئے۔ اگر پاس ہو۔ اور اگر پاس کچھ نہیں۔ تو نرم الفاظ سے اس کو سمجھا دو؛

فساد اس سے شروع ہوتا ہے۔ کہ انسان ظنون فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظن کرے۔ تو پھر کچھ دینے کی توفیق بھی ملجاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی۔ تو پھر منزل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بُری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے۔ اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے۔

اپنے تائیدی نشانوں پر گفتگو

اگر بدظنی کا مرض نہ بڑھ گیا ہوتا تو بتلاؤ۔ کہ ان مولویوں کو جنہوں نے میری تکفیر اور ایذادہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ کونسی وجوہ کفر کی اور میری تکذیب کی نظر آئی تھیں۔ میں نے پکار پکار کر اور خدا تعالےٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ قرآن کریم کو خاتم الکتب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں۔ اور اسلام کو ایک زندہ مذہب اور حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہوں۔ خدا تعالےٰ کی مقادیر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔ اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں۔ رمضان کے پورے روزے رکھتا ہوں۔ پھر وہ کونسی نرالی بات تھی۔ جو انہوں نے میرے کفر کے لئے ضروری سمجھی صریح ظلم ہے۔ وہ اپنے گندے اعمال اور زندگی کو نہیں دیکھتے۔ وہ زمین اور آسمان پر غور اور تدبر کر کے یہ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ان مصنوعات کا خالق ہے۔ **لیکھرام کے نشان سے مولویوں نے** کیا فائدہ اٹھایا؟ **پھر آتھم** کی پیشگوئی سے کیا فائدہ حاصل کیا۔ اللہ اللہ کیسی صاف نکلی۔ بلکہ اس کو مشکوک کرنے کی سعی کی۔ حالانکہ اس میں اگر کوئی الزام باقی ہے۔ تو آتھم پر۔ جس نے اپنی خاموشی اور ہمارے مطالبات کے جواب نہ دینے سے اس کی سچائی پر مہر کر دی۔ جبکہ اس میں صریح شرط موجود تھی۔ پھر ایک قانونی طبیعت کا آدمی بھی اس کے وہی معنے کرے گا۔ ایک یہ کہ اگر شرط کی رعایت کرے تو بچ رہے۔ ورنہ مرجاوے۔ پھر بچ جانے کی صورت میں **مومن** کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس امر کو تفتیش طلب قرار دیتا۔ کہ آیا اس نے رعایت کی یا نہیں؟

یاد رکھو۔ یہاں تو صریح اور صاف شرط موجود تھی۔ کہ **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے**۔ لیکن بعض انذاری پیشگوئیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ کہ بظاہر ان میں کوئی شرط نہیں ہوتی۔ اور حقیقت میں وہ مشروط ہوتی ہیں۔ **یونسؑ** نبی کا قصہ صاف موجود ہے۔ تفسیروں میں دیکھو کیا لکھا ہوا ہے۔ باوصفیکہ ایک ایسی نظیر قرآن شریف اور تمام کتب سابقہ میں موجود ہے۔ لیکن ہمارے معاملہ میں اسی بدظنی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کے ایک مقررہ قانون کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اس میں صریح شرط موجود ہے اور اس کا زندہ رہنا اور بچ جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اس نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا۔ اس شرط سے فائدہ اٹھانے کے ہمارے پاس تو اس سے بھی بڑھکر دلائل ہیں۔ جو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ ہماری طرف سے متواتر اشتہار پر اشتہار جاری ہوئے۔ اور اس کو دعوت کی گئی۔ کہ تم **قسم** کھاؤ اور اگر جھوٹی قسم کی پاداش میں ایک سال کے اندر ہلاک نہ ہو جاؤ۔ تو میں اپنے آپ کو جھوٹا قرار دونگا۔ اور اس قسم کے لئے چار ہزار روپے تک انعام بھی دینا چاہا۔ اور یہ بھی ثابت کر کے دکھلا دیا۔ کہ **بائبل** سے ایسی قسم کا کھانا گناہ نہیں۔ بلکہ انکار کرنا گناہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ اگر ہم جھوٹے ہیں۔ تو ہم پر نالش کرو۔ پادریوں نے بھی اس کو اکسایا اور ترغیب دی۔ کہ تم نالش کرو لیکن اس قدر کوششوں پر بھی وہ میدان میں نہ آیا۔ اور اپنی خاموشی اور اسلام پر نکتہ چینی اور اس کے خلاف تحریروں کی اشاعت سے رُک کر اس نے بتلا دیا۔ کہ حقیقت میں پیشگوئی کے موافق اس نے شرط سے فائدہ اٹھایا۔

پیشگوئی میں شرط کا موجود ہونا خود ایک پیشگوئی ہے۔ اگر اس نے شرط سے فائدہ نہیں اٹھانا تھا۔ تو اس کو مشروط کرنے کے معنے ہی کیا ہوئے۔

اب ایک متدین اور خدا ترس کو چاہیئے۔ کہ سوچے۔ کہ آتھم نے رجوع الی الحق کی شرط سے فائدہ اٹھایا ہے یا نہیں۔ اور قسم کھانا اگر خلاف شرع تھا۔ تو کلارک اور پریکلاس وغیرہ عیسائیوں نے قسم کھائی تھی یا نہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے تو ثابت کر کے دکھا دیا تھا۔ کہ فیصلہ صحیحہ کے لئے قسم کھانا عیسائی پر واجب ہے

غرض یہ پیشگوئی مشروط تھی۔ وہ سراسیمہ رہا۔ شہر بشہر پھرتا رہا۔ اگر اس کو اپنے خداوند مسیح پر پورا یقین اور بھروسہ ہوتا تو پھر اس قدر گھبراہٹ کے کیا معنے؟ لیکن ساتھ ہی جب اس نے اخفاء حق کیا۔ اور ایک دنیا کو گمراہ کرنا چاہا۔ کیونکہ اخفاء حق بعض ناواقفوں کی راہ میں ٹھوکر کا پتھر ہو سکتا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے صادق وعدہ کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے سات مہینے کے اندر اس کو دُنیا سے اٹھا لیا۔ اور جس موت سے وہ ڈرتا اور بھاگتا پھرتا تھا۔ اس نے اُس کو آلیا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آتھم کے معاملہ میں لوگوں کو کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔ اس قدر قوی قرائن موجود ہیں۔ اور پھر انکار!! قرائن قویہ سے تو عدالتیں مجرموں کو پھانسی دیدیتی ہیں۔ غرض یہ آتھم کا ایک بڑا نشان تھا۔ اور **براہین احمدیہ** میں اس فتنہ کی طرف اور واضح لفظوں میں **الہام** درج ہوچکا ہے

پھر جلسہ مذاہب کا نشان ایک بڑا نشان ہے خواجہ کمال الدین صاحب اور بہت سے دوست اس بات کے گواہ ہیں اور وہ قسم کھا کر بتلا سکتے ہیں۔ کہ قبل از وقت ان کو بتلا دیا گیا تھا اور اشتہار چھاپ کر شایع کر دیا گیا تھا۔ کہ **ہمارا مضمون بالا رہا**۔ اور بیشک اسی **الہام** کے موافق یہ نشان ہزارہا انسانوں کے روبرو پورا ہوا۔ اور اردو انگریزی اخبارات نے متفق اللفظ ہو کر اقرار کیا۔ کہ ہمارا مضمون سب سے بڑھکر رہا۔

پھر جو مقدمہ ہم پر **اقدام قتل عمد** کا قائم ہوا۔ جس میں ڈاکٹر کلارک جیسے لوگ شامل تھے۔ اور مولوی محمد حسین نے بھی جا کر گواہی دی۔ اور رام بھجدت وکیل مشہور آریہ بھی پیروی مقدمہ کے لئے آیا۔ کئی سو آدمی اس امر کے گواہ موجود ہیں۔ کہ کس طرح قبل از وقت اس مقدمہ کی ساری کیفیت اور صورت سے اطلاع دیدی گئی۔ اور آخر **بریت** کی بھی اطلاع دیدی۔ جو اللہ تعالےٰ نے **ابراء** (بے قصور ٹھیرانا) کے الہام سے خبر دی تھی۔

یہ خدا کے غیب کی باتیں ہیں۔ کیا انسانی طاقت میں ہے۔ کہ اس طرح پر پیشگوئی کر سکے۔ اور ایسے وقت میں کہ ابھی مقدمہ کا نام و نشان بھی نہیں۔ اس کا سارا نقشہ کھینچکر دکھلایا جاوے۔

پھر لیکھرام کا نشان ایک شمشیر برہنہ کی طرح تھا۔ پانچ سال پیشتر بذریعہ اشتہارات فریقین کی طرف سے یہ پیشگوئی شایع کی گئی۔ اور خود لیکھرام جہاں جاتا۔ اس پیشگوئی کو سُناتا۔ اس میں کوئی شرط نہ تھی۔ اور وُہ صاف تھی۔ اگر وُہ زندہ رہتا تو بیشک قیامت برپا ہو جاتی۔ لیکن یہ تب ہوتا۔ اگر خدا تعالےٰ کی باتیں نہ ہوتیں۔ بے شک پھر انجام رسوائی کے ساتھ ہوتا۔ کیا محمد حسین چپ رہتا؟ اب بھی جبکہ یہ نشان پورا ہو گیا۔ اور لاکھوں انسانوں نے اس پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر لیا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جماعت کے کسی آدمی نے قتل کر دیا ہوگا۔ افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ وہ مرید کیسا خوش اعتقاد ہوگا۔ جو ایسے پیر پر بھی اعتقاد رکھ سکتا ہے

لہ الحکم جلد ۴ ع ۳۵

جو اُسے قتل کی ترغیب دے۔ اور اپنی پیشگوئیوں کو اپنی صداقت کا معیار قائم کرے۔ اور پھر ان کے پورا کرنے کے لئے مریدوں کو ناجائز وسائل اختیار کرنے کی تعلیم دے؟ شرم ہے ایسے خیالات پر۔

جو لوگ اس قسم کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ گویا ہماری نیک نہاد۔ **انصاف پرور** اور ہوشیار **گورنمنٹ** کو بھی بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ گورنمنٹ نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکھرام کے قتل کے متعلق اس نے پوری سرگرمی سے تحقیقات کی لیکن **ہمارا اور ہماری جماعت کا دامن اس خون سے بالکل پاک صاف ثابت ہوا۔** افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ کیا لیکھرام نے میرے کسی باپ دادا کو قتل کر دیا تھا؟ اس نے میری ذات کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور ایذا نہیں دی۔ ہاں اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک ذات پر وُہ گستاخانہ حملے کئے۔ اور وہ بے ادبیاں کیں۔ کہ میرا دل کانپ اٹھا۔ اور میرا جگر پارہ پارہ ہو گیا۔ میں نے اس کی بے ادبیوں اور شوخیوں کو ٹکڑے ہُوئے ہُوئے دل کے ساتھ خدا کے حضور پیش کیا۔ اس نے ان شوخیوں اور گستاخیوں کے عوض میں اس کی نسبت مجھے یہ پیشگوئی عطا فرمائی۔ پھر اسی پیشگوئی میں اس کی موت وقتِ موت صُورت موت وغیرہ امور کو بخوبی بتلایا گیا تھا۔ ہاتھ کا نشان بتلایا جانا اور **بترس از تیغ بران محمدؐ** کہنا یہ سب امور واضح طور پر درج ہیں۔ اب کوئی بتلا دے۔ کہ کیا اس وقت جبکہ وُہ ابھی چوبیس پچیس برس کا نوجوان تھا۔ پانچ سال پیشتر اس قسم کی اطلاع دینا انسانی منصوبہ اور دخل ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں یہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ انسانی طاقت انسانی فہم و فراست سے بالاتر اور بالاتر ہے۔

اب بتلاؤ۔ کہ کیا یہ نشانات اپنی صداقت اور ثبوت میں کسی اور خارجی دلیل کے محتاج ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کہ معجزات میں سے ایک ہی کافی ہے۔ چنانچہ جب ان سے معجزہ مانگا گیا ہے۔ تو یہی کہتے رہے۔ کہ یونس نبی کے نشان کے سوا اور کوئی نشان نہ دیا جاوے گا۔

ہم نے پہلے بتلا دیا ہے۔ کہ جو لوگ اندرونی حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ ان کے لئے نشانات کی بڑی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ صرف رحم کر کے ان کے مزید اطمینان اور اپنی ہستی منوانے کے لئے نشانات ظاہر فرماتا ہے۔ مجھکو تعجب پر تعجب اور حیرت پر حیرت ہوتی ہے۔ کہ لوگ اولیاء اللہ کے معجزات کے قائل ہیں اور ایسے ایسے خوارق ان کے بیان کرتے ہیں جن کے لئے نہ کوئی دلیل ہے نہ عقلی یا نقلی ثبوت ہے اور وہ بطور کتھا اور کہانی ان کے زمانے کے بہت عرصہ بعد لوگوں میں مشہور ہوئے ہیں۔ مثلاً شیعہ ہی سے اگر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے معجزات مانگو۔ تو وہ اس قدر بیان کرینگے۔ کہ گنتے گنتے تھک جائیں۔ مگر جب ثبوت مانگیں۔ تو کچھ بھی نہیں سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خوارق بکثرت بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کی کسی کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اب لوگ خدا سے ڈریں۔ اور سوچ کر جواب دیں۔ کہ جو باتیں صدہا سال بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کی تو تصدیق کی جاتی ہے۔ لیکن جو آنکھوں سے دیکھے گئے ہیں۔ ان کی تکذیب کی جاتی ہے۔ **افسوس** یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے۔ کہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہوتی۔ سنی ہوئی بات کسی واقعہ صحیحہ کی برابری نہیں کر سکتی۔ اب میرے نشانات دیکھکر جو ان نشانوں کی تکذیب کی جاتی ہے میری تکذیب نہیں۔ یہ واقعات صحیحہ کی تکذیب ہی نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کی تکذیب ہے۔ یہ یاد رکھو۔ کہ یہ مصیبت اس لئے آئی ہے۔ کہ تقوےٰ اور طہارت اٹھ گیا۔ اور قانونِ الٰہی یہی ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ کا خوف اور خشیت اٹھ جاتی ہے۔ اور دلوں میں رقت اور روح میں گدازش نہیں رہتی۔ اس وقت **منذر نشان** پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مقام تو ڈر کا تھا۔ مگر افسوس ان لوگوں نے اندھے اور بہرے ہو کر ان نشانات الٰہیہ کو (جو تضرع اور ابتہال پیدا کر سکتے تھے۔ ایمان میں ایک نئی زندگی بخش سکتے تھے) چھوڑ دیا۔ اور صُمٌّ بُکْمٌ ہو کر گذر گئے ایسے لوگوں کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر خدا کا فتوےٰ لگ چکا ہے۔ **صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ**

ہماری جماعت کا فرض

مگر ہماری جماعت کا جس نے مجھے پہچانا ہے۔ فرض ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ان نشانات کو باسی نہ ہونے دے۔ اس سے قوت یقین پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کو چاہئے۔ کہ وہ ان نشانات کو پوشیدہ نہ رکھے۔ اور جس نے دیکھے ہیں۔ وہ ان کو بتلا دے۔ جو غائب ہیں۔ تاکہ برائیوں سے بچیں۔ اور خدا پر تازہ ایمان پیدا کریں۔ اور ان نشانات کو عمدہ **براہین** سے سجا سجا کر پیش کریں۔ یاد رکھو۔ خدا کے لئے دلائل اور براہین کو جو غور سے نہیں دیکھتے وہ اندھے ہوتے ہیں۔ اور حق کو دیکھ نہیں سکتے۔ اور ان کو سننے کے کان نہیں ہوتے۔ یہ لوگ چارپائے بلکہ ان سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ اور خدا ان کی زندگی کا متکفل نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ متقی اور مومن کی زندگی کا ذمہ وار ہوتا ہے **ھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ** اور وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کی راہ سے دور اور چارپایوں سے مشابہ ہیں۔ ان کی زندگی کا کفیل نہیں بھلا بتلاؤ تو سہی۔ کہ کوئی آدمی ذبح ہوتے ہوئے بکروں کے سر پر بھی بیٹھکر روتا ہے؟ پھر جو لوگ بکروں سے بھی گئے گذرے ہوں۔ ان کی زندگی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔

جانوروں کی زندگی دیکھ لو۔ کہ محنتیں ان سے لی جاتی ہیں اور ان کو ذبح کیا جاتا ہے۔ پس جو انسان خدا تعالےٰ سے قطع تعلق کرتا ہے۔ اس کی زندگی کی ضمانت نہیں رہتی۔ چنانچہ فرمایا **قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ** یعنی اگر تم اللہ کو نہ پکارو۔ تو میرا رب تمہاری پرواہ ہی کیا رکھتا ہے۔

یاد رکھو۔ جو دُنیا کے لئے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ یا اس سے تعلق نہیں رکھتے۔ اللہ تعالےٰ ان کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا (بقیہ تقریر دیکھو صفحہ ۱۸۹ سطر آخری)

(الحکم جلد ۴ نمبر ۴۰ تاریخ تقریر ۲۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء)

مسیح اگر جنگ نہیں کریگا

۲۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کی صبح کو حضرت اقدس علیہ السلام حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے۔ راہ میں فرمانے لگے۔ کہ بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک بات بتلاتے ہیں۔ میں ان کو سُنتا ہوں۔ مگر آپ کی صورت نہیں دیکھتا ہوں۔ غرض یہ ایک حالت ہوتی ہے۔ جو بین الکشف والالہام ہوتی ہے۔ رات کو آپ نے مسیح موعود کے متعلق یہ فرمایا ہے۔ **یضع الحرب ویصالح الناس**۔ یعنی ایکطرف تو جنگ وجدال اور حرب کو اٹھا دیگا۔ دوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کرا دے گا۔ گویا مسیح موعود کے لئے دو نشان ہونگے۔ اول بیرونی نشان کہ حرب نہ ہوگی۔ دوسرا اندرونی نشان کہ باہم مصالحت ہو جائیگی۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ **سلمان منا اھل البیت**۔ سلمان یعنے دو صلحین۔ اور پھر فرمایا۔ **علیٰ مشرب الحسن**۔ یعنی حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں بھی دو ہی صلحیں تھیں۔ ایک صلح تو انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ کرلی۔ اور دوسری صحابہ کی باہم صلح کرا دی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مسیح موعود حسنی المشرب ہے۔ اور حجج الکرامہ میں نواب صدیق الحسن خان نے لکھا بھی ہے۔ کہ بعض روایتوں میں آیا ہے۔ کہ مہدی حسنی ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ **"حُسن کا دودھ پئے گا"** پھر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ مہدی آپ کی آل میں سے ہوگا۔ یہ مسئلہ اس الہام سے حل ہو گیا۔ اور مسیح موعود کا جو مہدی بھی ہے کام معلوم ہو گیا۔ **پس** وہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ آتے ہی تلوار چلائیگا۔ اور کافروں کو قتل کرے گا۔ جھوٹے ہیں۔ اصل بات یہی ہے۔ جو اس الہام میں بتلائی گئی ہے۔ کہ وہ دو صلحوں کا وارث ہوگا۔ یعنی بیرونی طور پر بھی صلح کرے گا۔ اور اندرونی طور پر بھی مصالحت ہی کرا دیگا اور آل کا لفظ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آل جو وارث ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کے وارث یا آل وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو اُن کے علوم کے رُوحانی وارث ہوں اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ **کل تقی ونقی آلی** ؛

(اس کے بعد پھر مولوی جمال الدین صاحب ساکن سیّد والہ نے قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ **ماکفر سلیمٰن** الآیہ۔ ایڈیٹر۔

ماکفر سلیمٰن کی تفسیر

اس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ بعض نابکار قومیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بت پرست کہتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس آیت میں ان کی تردید کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن شریف واقعات پر بحث کرتا ہے۔ اور قرآن کل دنیا کی صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ اور سب دینوں کی کتابوں کا فخر ہے جیسے فرمایا ہے۔ **فیھا کتب قیمۃ**۔ اور **یتلوا علیھم صحفا مطھرۃ** پس قرآن کریم کے معنے کرتے وقت خارجی قصوں کو نہ لیں۔ بلکہ واقعات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ مثلاً قرآن کریم نے جو سورۃ فاتحہ کو **الحمد للہ رب العٰلمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ ملک یوم الدین** اسماء سے شروع کیا۔ تو اس میں کیا راز تھا چونکہ بعض قومیں اللہ تعالےٰ کی ہستی۔ پھر اس کی صفات ربّ۔ رحیم **ملک یوم الدین** سے منکر تھیں۔ اس لئے اس طرز کو لیا۔ یہ یاد رکھو۔ کہ جس نے قرآن کریم کے الفاظ اور فقرات کو جو قانونی ہیں۔ ہاتھ میں نہیں لیا۔ اس نے قرآن کریم کا قدر نہیں سمجھا۔

اب دیکھو یہاں خالق العٰلمین نہیں فرمایا۔ بلکہ رب العٰلمین فرمایا۔ اس لئے کہ بعض قومیں ربوبیت کی منکر ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ کہ ہم کو جو کچھ ملتا ہے۔ ہمارے عملوں کے سبب سے ہی ملتا ہے۔ مثلاً اگر دودھ ملتا ہے۔ تو اگر ہم کوئی گناہ کرکے گائے یا بھینس وغیرہ کے جون میں نہ جاتے۔ تو دودھ ہی نہ ہوتا۔ اور خلق چونکہ قطع برید کرنے کا نام ہے۔ اس لئے اس موقع پر رب العٰلمین کو جو اس سے افضل تر ہے۔ بیان فرمایا۔ اسی طرح پر رحمانیت۔ رحیمیت کے منکر دُنیا میں موجود ہیں۔

غرض قرآن کریم مذاہب باطلہ کے عقائد فاسدہ کو مدنظر رکھ کر ایک سلسلہ شروع فرماتا ہے۔ اسی طرح پر اس قصہ میں حضرت سلیمٰن علیہ السلام کی بریت منظور ہے۔ اور ان کو اس ناپاک الزام سے بری کرنا مقصود ہے۔ جو ان پر لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ بت پرست تھے۔ خدا نے فرمایا۔ **ماکفر سلیمٰن** سلیمان نے کفر نہیں کیا ؛

خط وکتابت کرتے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

بزرگان لدھیانہ

میں ناسپاسی کے جرم کا ارتکاب کروں گا اگر مولوی غلام حسین صاحب لودھانوی کی اس اعانت کا شکریہ ادا نہ کروں جو انھوں نے احباب لودھانہ کے حالات کو مختصراً فراہم کرنے میں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے اور دوسرے مقامات کے دوستوں کو بھی خدا تعالیٰ توفیق دے کہ وہ اپنے ان مقامی بزرگوں کے حالات کو جمع کریں۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور جو صحابی زندہ ہیں وہ کسر نفسی کے خیال کو چھوڑ کر خود اپنے حالات کو لکھدیں۔ تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے وہ ہدایت و رہنمائی کا موجب ہوں۔ میں اپنے فرض کو ادا کر رہا ہوں۔ بار بار یاد دہانی کرتا ہوں۔ جو دوست اس سے غفلت اور بے پروائی برتتے ہیں وہ ایک ملی فرض سے غفلت کرتے ہیں۔ اب بھی میں دوستوں کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے علاقہ کے شدید عنید۔ مخالفین کے انجام کے حالات سے بھی اطلاع دیں۔ الحکم میں ایک نیا عنوان انجام المکذبین عنقریب میں جاری کرنے والا ہوں وباللہ التوفیق۔ ایسا ہی میں کس طرح احمدی ہوا کے عنوان کے تحت میں شائع ہونے کے لئے اپنے قبول احمدیت کے اسباب بھی ہر دوست کو لکھنے چاہئیں۔ جو دوست چاہتے ہوں۔ کہ ان کی تصویر بھی شائع ہو جاوے وہ اپنا فوٹو بھیجدیں الحکم بلاک اور طباعت کے اخراجات جو کچھ بھی ہوں ان کو ادا کرنے ہونگے اسی مطلب کے لئے ہر اس دوست کو جو ایسا کرنے کے لئے تیار ہو علی الحساب دس روپیہ پیشگی جمع کرا دیں کمی بیشی اصل بل ملنے پر ہو سکیگی (عرفانی)

حضرت شاہزادہ حاجی عبدالمجید صاحب مجاہد ایران رضی اللہ عنہ

خاندان

حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب درانی کابل کے مشہور شاہی خاندان درانی سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اس خاندان کے ممبر کابل سے شاہی پناہ گزینوں کی حیثیت میں ہندوستان آئے۔ بعض ان میں سے لاہور اور بعض لودہانہ بھیجدیئے گئے۔ شہزادہ صاحب کا خاندان لودہانہ رکھا گیا۔ اور اس خاندان کو کئی پشتوں تک گورنمنٹ سے پولیٹیکل پنشن ملتی رہی لیکن شاہزادہ صاحب کے والد صاحب کی وفات کے بعد یہ پنشن بند ہو گئی۔ باوجودیکہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور ایک عالی دودمان کے ایک فرد ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ مگر ان کی طبیعت میں شروع سے سادگی اور درویشی تھی

تعلیم و تربیت

آپ کی رسمی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول لودہانہ میں ہوئی مگر دنیوی علوم کے ساتھ انھوں نے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ اور آپ کا مقصد صرف رسمی نصاب کو عبور کرنا کبھی نہ تھا۔ بلکہ آپکے زیر نظر علم کا صحیح مقصد یعنی خشیت الٰہی کا اپنے قلب میں پیدا کرنا تھا۔ اور آپ کو اس نصب العین نے ایک ایسے راستہ پر ڈالدیا تھا۔ جو وصول الی اللہ کا صحیح اور قریب کا راستہ تھا۔ باوجودیکہ آپ ایک رفیع الشان خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر بچپن سے آپکو ہر قسم کی نمائش اور ریا سے نفرت تھی۔ شاہزادوں کی زندگی آپ نے ایک دن بھی بسر نہ کی۔ وہ درویشوں اور صلحاء کی صحبت کو پسند کرتے تھے۔ اس کے لئے انھوں نے حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کو ترجیح دی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر تصوف و سلوک کی منزلوں کو طے کرنا شروع کیا۔ اور ان معروف وظائف اور اوراد میں وہ مصروف رہتے۔ جو حضرت منشی صاحب کے حلقہ درس کا نصاب تھے۔ بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔

ملازمت

ڈپٹی کمشنر لودہانہ کے دفتر میں آپ ملازم ہو گئے لیکن آپکی عملی زندگی میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ اہل غرض کے ساتھ اہلکاران کے سلوک زبان زد عوام ہیں۔ لیکن آپ اپنے فرض منصبی کو ہمیشہ دیانت داری اور محنت سے سرانجام دیا کرتے تھے۔ باوجودیکہ دفتر والوں سے مذہبی اختلاف تھا۔ لیکن ان کے تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے وہ سب ان کی عزت و احترام کرتے تھے۔ اور افسران بالادست پر ان کی متقیانہ زندگی کا ایک خاص اثر تھا۔ اگر وہ چاہتے تو ابن الوقت ہو کر کام کرتے۔ تو یقیناً بہت بڑی ترقی پا جاتے اسلئے کہ ان کا خاندانی اعجاز آسانی سے اوپر لے جا سکتا تھا مگر وہ ابنائے دنیا سے بے نیاز تھے۔ اور خوشامد کو خودداری اور عزت نفس کے خلاف جانتے تھے علاوہ برایں آپ ایک درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ تکلف اور نمائش سے پاک تھے۔ اسلئے جو کچھ ملتا اسی میں گذارہ کرتے تھے اسی ایک چیز قناعت اور دیانت و امانت نے انھیں ہر قسم کی مالی تحریکات سے بچا رکھا اور خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے وہ اس آگ میں سے صحیح و سلامت نکل آئے۔ جب تک آپ لدھیانہ میں رہے اسی محکمہ میں ملازم رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پہلی مرتبہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ کو جو علم ہوا وہ خود حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہوا۔ حضرت کے حضور پہلی مرتبہ جب حاضر ہوئے اس کے تاثرات کو وہ خود بیان کرتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سب سے اول بار اس خاکسار کو شہر لودہانہ محلہ صوفیاں میں نصیب ہوئی۔ جبکہ حضرت ممدوح علیہ السلام مسافرانہ طور پر چند روز کیواسطے شہر مذکور میں فروکش ہوئے تھے۔ ان دنوں کتاب براہین احمدیہ چھپ رہی تھی اور اس کی کاپیاں حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں آتی تھیں حضور کی خدمت میں شہر اور دیہات سے لوگ جوق در جوق آتے اور شہر کے عمائد اور علماء فضلاء و روساء جیسے حضرت منشی احمد جان صاحب صوفی نقشبندی اور مولوی شاہدین اور مولوی محمد حسن رئیس اعظم لدھیانہ اور نواب علی محمد خان صاحب جھجر اور پیر سراج الحق صاحب نعمانی وغیرہ وغیرہ ہر قسم اور ہر طبقہ کے خاص و عام باریابی کا اعزاز پاتے اور آمد و رفت کا سلسلہ رات اور دن دونوں اوقات میں جاری رہتا تھا۔ اور یہ عاجز بھی اپنے پیرومرشد جناب منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور صوفی نقشبندی کے ہمراہ حضرت اقدس کی زیارت کیواسطے جایا کرتا۔ حضرت قبلہ و کعبہ منشی صاحب موصوف حضرت اقدس کی خدمت میں نہایت اخلاص اور ارادت کے ساتھ بہ زانوئے ادب بیٹھتے اور عقیدت مند مریدوں کی طرح آپ کے کلمات طیبات سنتے اور فیض حاصل کرتے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس عالی متعالی میں ہر قسم کے دینی مسائل کا تذکرہ ہوا کرتا تھا۔ اور لوگ حقائق و معارف کے خزائن سے مالا مال ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دن کسی شخص کے سوال پر حضور نے مسئلہ توحید پر گفتگو فرمائی اور برابر چند گھنٹے تک آپ کی تقریر ہوتی رہی۔ ازبسکہ حضور علیہ السلام کی اعجاز تقریر میں روحانیت کا دریا بہتا ہوا نظر آتا تھا۔ اور علماء و صوفیائے شہر نے کبھی بھی وہ علوم اور معارف کے نکات نہ کسی کتاب میں پڑھے تھے اور نہ کبھی کسی نے سنے تھے۔ اسواسطے علماء و صوفیائے شہر نے حضور سے یہ استدعا کی کہ حضور علیہ السلام ان کو اپنی بیعت میں داخل فرمائیں۔ مگر چونکہ حضور علیہ السلام ان دنوں بیعت لینے پر جناب الٰہی کی طرف سے مامور نہیں تھے اسواسطے حضور نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ لست بمامور یعنی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے پر مامور نہیں ہوں اس جواب کے سننے پر ارادتمندوں کے دلوں پر نہایت اداسی طاری ہو گئی۔ مگر چونکہ حضور کا جواب نہایت معقول تھا۔ اس واسطے باوجود نہایت تڑپ اور اشتیاق کے پھر کسی نے بیعت کی

درخواست پر اصرار نہیں کیا ۔ اور اس جواب کے بعد حضور علیہ السلام فوراً اکبری مجلس میں اٹھ کر باہر سیر کے لئے تشریف لے گئے ۔

حضور علیہ السلام کے عاشقین شائقین کی درخواست بیعت پر لست بماموراً کا جواب دینا ایک غور طلب امر ہے ۔ جس میں ایک طالب حق کی تسلی کے واسطے ایک نہایت پختہ اور روشن دلیل اس امر پر ملتی ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی حب جاہ اور طلب مشیخت کی بو نہ تھی ۔ اور جس سے یہ تمام صفائی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخالفین کا یہ خیال کہ حضور نے دنیا حاصل کرنے کے لئے اپنا سلسلہ چلایا سراسر جھوٹ ٹھہرتا ہے کیونکہ ایک مکار اور طالب دنیا انسان جب دیکھتا ہے کہ لوگ میری تقریر سے متاثر ہو کر میری دام تزویر میں پھنس گئے ہیں ۔ اور میری بیعت قبول کرنے کو بڑی تمنا اور آرزو سے پسند کرتے ہیں ۔ تو وہ ان کی بیعت لینے سے کب انکار کر سکتا ہے اور لست بماموراً کہہ کر انکے درمیان سے اٹھ کر کب باہر کو نکل جاتا ہے ۔ بلکہ وہ تو ایسے موقع کو دیکھ کر نہایت غنیمت جانتا کہ اب لوگ خوب میرے قابو میں آگئے ہیں ۔ ان کو نہایت جلد اپنے جال میں گرفتار کر لینا چاہیئے اور ایک منٹ بھی دیر نہیں کرنا چاہیئے ۔ لیکن وہ سب سے علیحدہ ہو کر باہر چلا جاتا ہے اور لوگوں سے اپنا پیچھا چھڑاتا ہے ۔ اسواسطے حضور علیہ السلام کا بیعت لینے سے انکار کرنا آپ کی صداقت پر ایک بین ثبوت ہے ۔

جیسا کہ میں نے ابھی اوپر لکھا ہے کہ شہر لودھیانہ کے بڑے بڑے علماء اور نامی گرامی صوفیا نے حضور علیہ السلام سے بیعت کی درخواست کی ۔ ان میں سے میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ و کعبہ منشی احمد جان صاحب صوفی نقشبندی بھی تھے ۔ جن کے ساتھ ہو کر میں بھی حضور علیہ السلام کی مجلس میں باریاب ہونے کے لئے جایا کرتا تھا ۔

حضرت منشی صاحب مرحوم و مغفور ایک بڑے صوفی باصفا اور کامل اولیاء میں سے تھے ۔ آپ نے تجارت کی تین لاکھ کی دکان چھوڑ کر درویشی اختیار کی ۔ اور اعلیٰ درجہ کی امارت کو لات مار کر اور پس پشت ڈال کر بارہ برس تک بمقام رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور میں حضرت پیر سید امام علی شاہ صاحب نقشبندی کی خدمت میں فقر و فاقہ کی حالت میں بسر کئے ۔ بعدہ سلسلہ کی خلافت حاصل کرنے کے بعد لودھیانہ میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ۔ اور بندگان خدا کا رجوع اس کثرت سے آپ کی طرف ہونے لگا کہ دور دراز مقامات تک آپ کی پیری اور مریدی کا سلسلہ جاری ہوا ۔ بمبئی کلکتہ ۔ پشاور ۔ لاہور ۔ امرتسر انبالہ دہلی وغیرہ وغیرہ شہروں سے مخلص اور ارادت مند اور جان نثار مرید آپ کی بیعت میں داخل ہوتے

کتاب طب روحانی ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے خیالی قوت اور توجہ سے انسان سلب الامراض کر سکتا ہے ۔ اور بغیر دوا دارو کے محض قلبی تاثیر سے بیماریوں کا علاج کر سکتا ہے ۔ ان ہی بزرگ کی تصنیف ہے

جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لودہانہ میں تشریف فرما ہوئے ۔ اور جناب کی شرف زیارت حضرت منشی صاحب کو نصیب ہوئی ۔ تو زیارت حاصل کرنے کے دنوں کے بعد پھر جب کبھی کوئی نیا مرید بیعت ہونے کے واسطے آپ کی خدمت مبارک میں آتا ۔ تو آپ کھلے کھلے اور پر زور الفاظ میں فرمایا کرتے کہ امام وقت اور مجدد زمان آگئے ہیں ۔ اب لوگوں کو مناسب ہے کہ قادیان جاویں اور امام وقت سے فیض حاصل کریں ۔ اور لوگوں کو یوں سمجھایا کرتے تھے کہ اب خدا تعالیٰ نے ایسے مرد کو بھیجا ہے جس نے عرفان کا دریا بہا دیا ہے ۔

حضرت منشی صاحب مرحوم و مغفور نے ایک بڑا مفصل اشتہار بھی کئی ہزار کی تعداد میں حضرت اقدس کے مجدد ہونے پر شائع کیا ۔ اس اشتہار میں حضرت منشی صاحب موصوف نے ایک یہ بھی شعر لکھدیا ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

یہ شعر قبل از وقت پیشگوئی کے رنگ میں حضرت منشی صاحب مرحوم کی طرف سے شائع ہوا ۔ حضرت منشی صاحب کی ایک صریح پیشگوئی تھی ۔ چنانچہ اس اشتہار کے شائع ہو جانے کے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رتبہ مسیحائی پر ممتاز فرمایا ۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے منشی صاحب ممدوح کی ایک کھلی کرامت ثابت ہوتی ہے

اسجگہ میں مناسب دیکھتا ہوں کہ حضرت منشی صاحب ممدوح کی ایک اور کرامت بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھ دوں ۔ جس کے معتبر اور ثقہ گواہ چشمدید جیسے بہرام خان صاحب نائب انسپکٹر پولیس لودہانہ محلہ جدید اور جناب منشی رحیم بخش صاحب میونسپل کمشنر لودیانہ محلہ موچی پورہ وغیرہ وغیرہ اب تک لودیانہ میں زندہ موجود ہیں ۔

اس کرامت کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دفن ہونے کی جگہ سے اطلاع بخشی اسواسطے آپنے اپنے مریدین کو حکم دیا کہ قبرستان کی فلانی جگہ پر ایک چار دیواری حظیرہ کی طرح بنوا دیں ۔ اور فرمایا کہ فوت ہو جانے کے بعد ہمکو اس چار دیواری کے اندر دفن کرنا ۔

مریدوں نے پیر کے ارشاد کے مطابق چاردیواری کی بنیاد قائم کی اور عمارت شروع ہوگئی ۔ جب لوگوں میں اس پیشگوئی کا چرچا ہوا ۔ اور لوگوں کی زبانوں پر اس پیشگوئی نے خوب شہرت پکڑی تو لودہانہ کے ظاہری علماء نے جو صوفیائے کرام پر نکتہ چینی کے عادی ہوتے ہیں اور کفر کا فتوے دینا ان کی اقتضائے طبیعت ہوتی ہے حضرت منشی صاحب کے اس عمل پر یعنی حسب اعلام الٰہی اپنی قبر کی زمین کے حدبست کرنے پر کفر کا فتویٰ دیا اور کہا کہ قرآن میں صاف لکھا ہے کہ ولا تعلم نفس بای ارض تموت یعنی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا اور کہاں دفن ہوگا ۔ پس اس آیت کی رو سے منشی صاحب کا اپنی قبر کے لئے چاردیواری بنوانی ایک ایسا عمل ہے جو قرآن کریم کے صریح خلاف ہے

مولویوں کے اس فتوے سے اطلاع پانے کے بعد حضرت منشی صاحب موصوف نے مریدوں سے فرمایا کہ اچھا چاردیواری بنانی ملتوی کر دو ۔ ہمیں مولویوں سے پرخاش اور شور و شغب کی ضرورت نہیں ۔ چنانچہ آپ کے فرمانے پر حدبست کی کارروائی موقوف کر دی گئی اور اس پیشگوئی کا خیال رفتہ رفتہ نسیاً منسیاً ہو گیا ۔ پھر سالہا دراز کے بعد اپنی عمر کے آخری دنوں میں حضرت منشی صاحب حج بیت اللہ کے ارادہ پر مکہ شریف تشریف لے گئے ۔ حج سے فارغ ہو کر جب لودیانہ واپس اپنے گھر پر پہنچے ۔ تو انیس دن کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا ۔

خدام نے آپ کا جنازہ قبرستان میں پہنچایا ۔ اور چونکہ سب کے دلوں سے اس بات کا خیال جاتا رہا تھا کہ آپ کی قبر کی زمین تو وہ جگہ ہے ۔ جہاں پر آپنے بموجب اعلام الٰہی چاردیواری بنوا کر چھوڑ دی تھی اسواسطے اس ذہول اور نسیان کی وجہ سے موعودہ جگہ چھوڑ کر ایک دوسری جگہ میں قبر کھود کر آپ کا جنازہ اس میں رکھا گیا ۔ یہانتک کہ جب نصف قبر سے زیادہ آپکے جنازے پر اینٹیں چنی گئیں ۔ اسوقت بڑے زور سے بعض کے دل میں خیال آیا کہ یہ جگہ جس میں حضرت صاحب رکھے گئے ہیں آپ کی شان کے مناسب اور موزوں نہیں ۔ اسلئے بعض نے یہی مناسب سمجھا کہ حضرت مرحوم و مغفور اسی جگہ مدفون ہوں جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی ۔ وہی جگہ جہاں پر آپ نے چاردیواری کھچوائی تھی ۔ مگر علماء ظواہر کے شور و غل برپا کرنے کی وجہ سے پھر اس خیال کو ترک کر دیا تھا ۔

لیکن بعضوں نے یہ کہا کہ اب جنازہ کو قبر سے نکالنا مناسب نہیں ۔ کیونکہ اسطرح کرنے میں جنازہ کی توہین ہے مگر بہت حیص بیص اور حجت و تکرار اور قیل و قال کے بعد آخر یہی فیصلہ ہوا کہ آپ کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں خدا تعالیٰ نے بتلایا تھا ۔

چنانچہ آپ اسی چاردیواری میں دفن ہوئے جس کا اللہ تعالیٰ نے پتہ بتایا تھا اور اسطرح خدا کی بات پوری ہوئی ۔

بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور جنہوں نے حضرت اقدس سے بیعت کی درخواست کی تھی بلکہ آپ ایک کامل ولی اللہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ۔ جن کی ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالیٰ نے مرجع خلائق بنا رکھا تھا ۔ جن کے مخلص مرید ہندوستان و پنجاب کے دیار و امصار بعیدہ میں پھیلے ہوئے تھے اور جن کے در دولت پر ہر وقت ایک جماعت خدام کی کمربستہ غلاموں کی طرح موجود رہا کرتی تھی ۔

ایسا ہی بیعت کی درخواست کرنے والوں میں مولوی شاہدین فاضل پنجاب مولوی محمد حسن رئیس اعظم لودیانہ و نواب علی محمد خان صاحب رئیس جھجر وغیرہ معزز اراکین و عمائدین شہر بھی تھے ۔ مگر جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ جب ان سب نے حضور سے بیعت کی درخواست کی تو آپنے لست بماموراً فرما کر سب کو جواب دے دیا ۔ اسلئے اب ہر ایک عقلمند کے لئے نتیجہ نکالنے کے لئے راستہ صاف ہے اور ہر ایک آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت اقدس کے دل میں طلب دنیا ہوتی اور آپ ایک مفتری ہوتے تو آپ اس موقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے بلکہ جھٹ پٹ منشی احمد جان جیسے پیر و پیشوا کو اپنا مرید بنا کر پیر پیراں کا عالی رتبہ اپنے واسطے حاصل کر لیتے ۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں

مدّتے ایں مثنوی تاخیر شد

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت کچھ عرصے الحکم میں نہ لکھا جاسکا۔ اور آج اللہ تعالےٰ کے فضل سے پھر اسی عنوان کے ماتحت ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ایک پہلو دکھانا چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ایک بڑا پہلو یہ تھا۔ کہ آپ اس غرض سے دعائیں کرتے تھے۔ کہ خدا تعالےٰ کا جلال ظاہر ہو۔ اور اسلام کی سچائی اور خود آپ کی دعوے کی صداقت کھل سکے۔ اور اس سے آپ کی ایک ہی غرض تھی۔ کہ لوگ خدا تعالےٰ کو پہچان سکیں۔ اور خدا تعالےٰ کی پاک راہوں کو اختیار کریں۔

اس قسم کی دعاؤں میں آپ کے اندر جو حالت پیدا ہوتی تھی۔ اس کو حضور نے خود ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ "دیکھ! میری رُوح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے۔ جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے" پھر فرمایا۔ میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے۔ جیسا شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے"

ان الفاظ میں آپ کی سیرت پر بڑی وسیع روشنی پڑتی ہے۔ دن بھر کا تھکا ماندہ پرندہ کس شوق سے اپنے آشیانہ کا رُخ کرتا ہے۔ وہی شوق آپ کو خدا تعالےٰ کی ذات میں تھا آپ کے دل کا سکون واطمینان۔ آپ کی تسلی اور خوشی۔ آپ کی راحت اور مسرت خدا تعالےٰ کی ذات میں تھی۔ اور خدا کے نام سے آپ کی رُوح اچھلنے لگتی۔ اور آپ اس حالت میں اُوپر ہی اُوپر جاتے تھے۔ اور آپ کی رُوح خدا تعالےٰ کی طرف پرواز کرتی تھی۔ غرض اس حالت میں آپ نے اپنی سچائی کے اظہار کے لئے حضرت عزت سے ایک دعا کی جس میں آسمان سے فیصلہ چاہا۔ وہ دُعا آپ کی سیرت وصداقت اور آپ کی خدا تعالےٰ سے محبت کی ایک کھلی دلیل ہے۔ وُہ دعا حسب ذیل ہے:۔ (محمود احمد عرفانی)

سو اے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا۔ اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما۔ جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں۔ کہ میں تیرا مقبول ہوں۔ اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو۔ اور وُہ تجھے پہچانیں۔ اور تجھ سے ڈریں۔ اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو۔ اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں۔ اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں۔ اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں۔ تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں۔ اور سمجھیں۔ کہ تو اپنے بندے کے ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے۔ اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی دے۔ کہ جو ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہونچاتی اور شمال وجنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔ لیکن اگر اے پیارے مولےٰ میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے۔ تو مجھکو اس صفحۂ دنیا سے مٹا دے۔ تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔ میں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا۔ تا میں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں۔ لیکن میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں۔ کہ اگر میں اس عالی جناب کا منظور نظر ہوں۔ تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو۔ جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو۔ جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ ہے کہ تیرے نشان انسانی ہاتھوں سے بھی ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن اس وقت میں اسی بات کو اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں۔ کہ وہ نشان انسانوں کے تصرفات سے بالکل بعید ہو۔ تا کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے۔ سو اے میرے خدا! تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اگر تو چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو میرا ہے۔ جیسا کہ میں تیرا ہوں۔ تیری جناب میں الحاح سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ سچ ہے۔ کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ اور اگر یہ سچ ہے۔ کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے۔ تو تُو میری تائید میں کوئی ایسا نشان دکھلا۔ کہ جو پبلک کی نظر میں انسانوں کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے۔ تا لوگ سمجھیں۔ کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ اے میرے قادر خدا! اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند! تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جن اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دنیا میں ہر ایک فریب ہوتا ہے۔ اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی۔ کہ وُہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت ناک ہاتھ کے آگے ٹھہر سکے۔ یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے۔ کیونکہ تو وہ ہے۔ جس کی شان لا الٰہ الّا اللّٰہ ہے۔ اور جو العلی العظیم ہے۔ جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں۔ ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی۔ جس میں الوہیت کی قدرت اور عظمت اور ہیبت بھری ہوئی ہو۔ وُہ تو ہی ہے۔ جس کی قدرت سے تمام تیرے نبی تحدی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں۔ اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں۔ جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی۔ تیری پیشگوئیوں میں تیرے جلال کی چمک ہوتی ہے۔ اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے۔ اور تیرے مرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے۔ تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ کے لئے ٹھہر نہ سکے مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین ۳ برس کے اندر جو جنوری سنہ ۱۹۰۰ عیسوی سے شروع ہو کر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ عیسوی تک پورے ہو جائیں گے۔ میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے۔ اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے۔ جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں۔ کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا۔ اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا۔ جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ! میری رُوح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے۔ جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ تو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے۔ بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں۔ اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔ اور جس کو تو نے بھیجا ہے۔ اس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دُور نہ پڑ جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا۔ کہ وہ ماہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں۔ اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سَو سے زیادہ ہیں۔ میری تائید میں دکھلائے۔ جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔ تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ عبد الحق غزنوی حال امرتسری نہیں مریگا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہولے۔ سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا۔ میں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں میں تجھے پہچانتا ہوں۔ کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے۔ جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا۔ اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری رُوح نے اس بات پر زور دیا۔ کہ میں یہ دعا کروں۔ کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں۔ اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے۔ اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں۔ تو ایسا کر کہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا۔ اور اپنے بندہ کیلئے گواہی دے۔ جسکو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں۔ کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں۔ اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے۔ کافر اور کاذب نہیں ہوں۔ تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائینگے۔ کوئی ایسا نشان دکھلا۔ جو انسانی.....

(انجام آتھم [illegible])

حیاتِ نورؓ کا ایک ورق

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۳۴ء)

(۵)

ایک عیسائی سے مقابلہ کیوقت عجیب تفہیم

قرآن کریم کی بعض آیات خصوصیت سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو سکھائی ہیں۔ اور بعض مقامات خاص موقعوں پر حل ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک عیسائی سے مقابلہ ہوا۔ کتاب اللہ کی عظمت کا سوال تھا۔ معاً اللہ تعالےٰ نے ایک عجیب نکتہ آپ کو عطا کیا۔ کہ قرآن کریم اور دوسری کتابوں کے ابتداء کا مقابلہ کرو۔ اس نکتہ پر عیسائی مذکور کے سامنے یہ بات پیش کر دی گئی۔ کہ قرآن مجید کی ابتداء اور بائبل کی ابتداء کا مقابلہ کرو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ قرآن مجید کا ابتداء ایسے پاک الفاظ سے ہوا ہے کہ دنیا کی کوئی مذہبی کتاب کسی طلیق اللسان لیکچرار کا مضمون یا ایسی سپیچ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

صوفی ازم کی جان رضا و تسلیم اور توکل و ایثار ہے۔ اور یہی دو لفظ (الحمد للہ) ان تمام حقیقتوں کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ انسانی خلق کے دقیق راز اور علت غائی پر الحمد للہ ہی کے جملے میں اطلاع دی گئی ہے۔

الوہیت اور عبودیت میں جو رشتہ ہے۔ اور الوہیت جو کچھ عبودیت سے تقاضا کرتی ہے۔ اور عبودیت کا جو حقیقی معراج ہے وہ اسی جملے (الحمد للہ) میں موجود ہے۔ حقیقی راحتوں کی کلید اور تمام سکھوں کی منتہیٰ جو اثر انسانی بناوٹ پر ڈالتی ہے اس کے لئے بہترین الفاظ الحمد للہ کے سوا نہ ملیں گے۔

قرآن کریم الحمد للہ سے شروع ہو کر بتاتا ہے کہ جس عظیم الشان انسان پر اس کا نزول ہوا ہے۔ اس کا قلب مطہر کیسا سکون اور اطمینان کی حالت میں ہے۔ اور نیز یہ بتاتا ہے۔ کہ قرآن مجید کس خدا کی طرف دُنیا کو بلاتا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں بائبل کا آغاز دیکھو۔ کہ کیا ہے؟ **فبهت الذی کفر**

(۶)

بیماری میں روزہ کا مسئلہ کیونکر سمجھ میں آیا۔

قرآن کریم نے بیمار کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ میں نے خود ایک مرتبہ بیماری میں روزہ رکھ لیا۔ مجھے اسہال آتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسہال بند ہو گئے۔ میں بہت خوش ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے قوئی رجولیت نہایت کمزور ہو گئے۔ اور میں نامرد ہو گیا۔ تب خدا تعالےٰ نے مجھے میری غلطی پر آگاہ کیا اور سمجھ دی۔ کہ میں نے بیماری میں روزہ رکھا۔ یہ اس کا نتیجہ ہے میں نے اس پر رجوع الی اللہ کیا۔ اور استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری طاقتوں کو واپس عطا فرمایا۔ اب میرا یقین ہے۔ کہ بیمار کو ہرگز روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

(۷)

تابوت سکینہ کے معنے کس طرح سمجھائے گئے

تابوت سکینہ کے معنے میں یہ کرتا ہوں کہ انسانی قلب میں سکینت ہوتی ہے تابوت سکینہ جو بنی اسرائیل کو دیا گیا۔ اس سے مراد وہ قلوب ہیں۔ جن میں موسےٰ کی پاک تعلیم تھی۔ یہ معنے مجھے رؤیا میں دکھائے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک دیوان ہے۔ جو چھپا ہوا ہے۔ اس کے حاشیہ پر ایک شعر کا فٹ نوٹ دکھایا گیا۔ **التابوت القلب**

(۸)

تودّوا الامانات الیٰ اھلھا کے معنے

اس کے ایک معنی تو یہی ہیں۔ کہ امانت والوں کے سپرد امانت کر دو مگر اس کے سوا اللہ تعالےٰ نے مجھے سمجھایا ہے۔ (۱) انتخاب کمیٹی میں جو لائق ہو۔ اُسے انتخاب کرو۔ (۲) جس کو پیر بناؤ۔ سوچ لو کہ وہ کوئی شیطان نہ ہو۔ کثرت رائے کوئی چیز نہیں۔ اسلام اس کا مجوز نہیں۔ انتخاب میں تنازعہ ہو۔ تو اس کا فیصلہ آسان ہے نامور خلیفہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظیر موجود ہے۔

(۹)

قولوا قولاً سدیدا کے معنے

وزیر آباد کے سٹیشن کا ایک واقعہ ہے۔ ایک شخص نے جو وکیل تھا۔ اور جموں میں رہتا تھا۔ مجھ سے کہا۔ کہ آپ قرآن کریم کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ بتاؤ صرف و نحو عربی کی کہاں پڑھیں۔ میں نے کہا۔ کہ آپ نے انگریزی پڑھنے میں محنت کی ہے۔ کہا کہ نہیں صرف تو نہیں پڑھی جاتی۔ میں نے کہا۔ قرآن شریف میں قال کی بجائے قوّل نہیں لکھا۔ تمام صیغے بنے بنائے پہلے سے موجود ہیں۔ اس لئے صرف کی ضرورت ہی نہیں اس نے کہا۔ کہ نحو تو پڑھنا پڑے گا۔ میں نے کہا۔ کہ قرآن شریف میں زیر زبر پیش سب لکھے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ پھر معانی بیان۔ بدیع کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا۔ کہ ان کی بھی ضرورت نہیں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ عروض و قافیہ۔ میں نے کہا۔ کہ اس کی بھی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا۔ کہ لغت کی تو ضرورت ہے۔ میں نے کہا۔ کہ ہر مسلمان دن رات۔ نماز۔ السلام علیکم۔ انا للہ۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ وغیرہ بہت سے عربی جملے بولتا ہے۔ اور ان کا مطلب سمجھتا ہے۔ تو قرآن مجید آسانی سے سمجھ لیگا۔ اس نے کہا۔ کہ قولوا قولاً سدیدا کے معنے کرنے ہوں۔ تو لغت کی ضرورت ہوگی۔ میں نے کہا کہ اس کا ترجمہ بھی آسان ہے

گلا ڈگل سدھی

یہ اس کا ترجمہ ہے۔ یہ بات مجھے اللہ تعالےٰ نے ہی سمجھا دی۔ ورنہ اگر وہ کوئی اور آیت پڑھ دیتا تو خدا جانتا ہے۔ کیا ہوتا۔ یہ خدا کا فعل تھا۔ یہ سُنکر حیران ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بہت اچھا حضور! اب قرآن پڑھا کرونگا۔

(۱۰)

کلمھم الموتیٰ کی حقیقت خواب میں سمجھائی گئی

کلمھم الموتیٰ کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھے خواب کے ذریعہ اس کی حقیقت پر آگاہ فرمایا۔ اور یہ پنڈ دادنخان کا واقعہ ہے۔ جبکہ میں وہاں مدرس تھا۔ اور کہا۔ کہ چالیس پچاس برس کی بات ہے۔ (۱۹۱۰ء میں فرمایا۔ عرفانی)

فرمایا۔ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا۔ جو میرا ہم وطن تھا۔ اور اسے میں نے مُردوں میں دیکھا۔ وہ بیمار معلوم ہوتا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ جو مر جاتا ہے۔ وُہ تو بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ مگر تم بیمار ہو۔ کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا۔ کہ میں اس لڑکی پر (ایکبکر اس نے ایک لڑکی کا بازو پکڑ کر مجھے دکھایا) عاشق تھا۔ اس کے عشق کیوجہ سے میں اب اس حالت بیماری میں ہوں۔ میں فاصلہ پر ہوتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا۔ کہ وُہ اسی روز فوت ہوا تھا۔ جب میں نے خواب دیکھا۔ پر میں نے اس کے عشق کے متعلق اس کے ایک خاص دوست سے دریافت کیا۔ تو اس نے بڑا تعجب کیا۔ کہ آپ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ اس بات کا علم سوائے میرے اور عاشق و معشوق کے اور کسی کو نہیں۔ تمہیں کس طرح معلوم ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے اس لڑکی کو دوسری عورتوں اور لڑکیوں میں دیکھا اور پہچان لیا۔ اور اس سے نام بھی دریافت کر لیا۔ اور اس دوست سے پھر تصدیق کر لی۔

خدا تعالےٰ نے اس طرح پر کلمھم الموتیٰ کا نظارہ مجھے دکھایا۔ اور بھی بعض واقعات اس قسم کے ہوئے ہیں۔ کہ مُردوں سے کلام کر کے میں نے حالات پوچھے۔ اسی طرح میں نے وہاں پنڈ دادنخان ہی میں ایک شرابی فاسق و فاجر شخص کو دیکھا۔ کہ وہ بہشت میں ہے۔ اور عرفات میں ہے۔ میں نے ازراہ تعجب پوچھا۔ کہ تم بہشت میں کیسے آ گئے۔ تو اس نے کہا۔ کہ خدا تعالےٰ نے میری غریب الوطنی پر رحم کر دیا۔ ان کے گھر سے دریافت کیا۔ تو انہیں اس کی موت کا علم بھی نہ تھا۔ یہی کہتے تھے۔ کہ گھر سے کچہری گیا ہے۔ اور پھر واپس نہیں آیا۔ آخر ایک واقفکار سیاح آئے۔ (جو میرے رشتہ دار بھی تھے) تو انہوں نے بتایا۔ کہ وہ بمبئی کے قریب کلیانی میں مر گیا۔ وہ حج کو جا رہا تھا۔ اس وقت اس کے گھر والوں کو اس کی موت کا علم ہوا۔ اور مجھ سے مردے نے پہلے بات کی۔ اللہ تعالےٰ مُردوں کے ذریعہ بھی نصیحت اور صداقت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔"

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی و قومی ترقی کے سربستہ اسرار۔ اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا۔ کہ قعر مذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہونچ سکتے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی رُوح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ قیمت صرف جلد اول دو روپے علاوہ محصولڈاک لیکن الحکم بکڈپو نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ "پہلے سو خریداروں سے بجائے دو روپے کے صرف ایکروپیہ آٹھ آنے لئے جا دیں۔ احباب جلد سے جلد آرڈر دیکر فائدہ حاصل کریں۔"

ملنے کا پتہ:۔ الحکم بکڈپو۔ قادیان پنجاب

میں کیوں کر احمدی ہوا؟

گذشتہ سے پیوستہ

نمبر ۲

الغرض چھاؤنی انبالہ سے تبدیل ہو کر ہم لوگ میانمیر (شریف) چھاؤنی پہونچے۔ جب تک منشی خیر الدین اور خادم اکٹھے انبالہ میں رہے۔ بابو محمد صاحب کے پاس ہر اتوار کو جایا کرتے تھے۔ اسوقت یہی بزرگ احمدی تھے بمعلوم ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اسی محکمہ میں یہیں ملازم تھے۔ اور کچھ حضرت صاحب کے اول اول لدھیانہ میں اعلان بیعت کرنے کی وجہ سے شاید بابو صاحب ممدوح سلسلہ عالیہ احمدیہ میں منسلک ہو گئے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ بابو صاحب ضرور اصحاب صفہ میں شامل ہوں گے۔ منشی خیر الدین صاحب تبدیل ہو کر رسالہ نمبر اول بنگال لنبیر میں چلے گئے۔ میاں میر میں کوئی احمدی نہ تھا۔ سکول کے علاوہ اور دو تین ذمہ داری کے کام میرے سپرد ہو گئے۔ بس زیادہ تر ان ہی میں منہمک رہا۔ اور کچھ تصوف کا خیال بھی ساتھ ساتھ لگا رہا۔ علاوہ ازیں قوم ککے زی کی اصلاح گلے کا ہار ہو گیا۔ اور جو کچھ کام میں نے اسکے متعلق کیا۔ وہ ایک طویل قصہ ہے۔ جس کو میں ترک کرتا ہوں۔ قوم ککے زی کو خوب معلوم ہے۔ اظہار کی حاجت نہیں

اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء کو میں ایک فوجی کرنیل کو ملنے کے لئے ڈلہوزی گیا۔ میں چاہتا تھا کہ رسالہ سے بدل کر سول کے محکمہ یا محکمہ جنگلات چلا جاؤں اس غرض کیلئے میں ڈلہوزی پہاڑ پر گیا۔ اور واپسی پر بٹالہ آ کر ٹھہرا اور ارادہ کیا کہ قادیان جاکر حضرت صاحب کی زیارت کروں۔ اور ان سے اپنے متعلق دعا کراؤں۔ مگر میزبان نے مجھے اپنے ارادے سے روک دیا۔ اور شاہ صاحب شرف الدین صاحب سکنہ جاگلی متصل سری گوبند پور سے ملنے کی ترغیب دی۔ خیانچہ میں جاگلی گیا۔ اور شاہ صاحب سے ملاقات کر کے واپس میانمیر اپنے رسالہ میں آ گیا۔ رسالہ تو راولپنڈی کو کوچ کر گیا۔ اور میں رسالہ کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر بریگیڈ جنرل سی ڈبلیو میور صاحب کمانڈنگ صاحب چھاؤنی فیروزپور کی خاص تحویل میں آ گیا۔ یہاں صاحب ممدوح دو ماہ رہے۔ بعد ازاں ہم راولپنڈی چلے گئے۔ وہاں سے میں دفتر آل انڈیا یو پی میں ملازم ہو کر چھاؤنی میرٹھ میں آ گیا۔ یہاں محمد اسمٰعیل محمد عبد العزیز و احباب ٹیڈی بازار سے ملاقات ہوئی۔ آپ ہر دو صاحب محلہ حکیم حسام الدین صاحب شہر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ اور میرٹھ میں تھرڈ رائفل بریگیڈ اور ۱۵ اصحارہ میں علی الترتیب ٹھیکیدار تھے۔ یہ دونوں صاحب مخلص احمدی تھے ان کی صحبت میں مجھے رسالہ کی یاد بالکل جاتی رہی۔ اور جمعہ کی نماز ہم سب ماسٹر عبد العزیز صاحب کی اقتدا میں ادا کیا کرتے تھے۔ جمعۃ الوداع۔ عیدین اور خاص تقریبات پر خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب جو انسپکٹر آبکاری تھے تشریف لا کر جلسہ و نماز ہو کر جماعت کی رونق کو دوبالا کیا کرتے تھے۔ شیخ عبد الرشید صاحب احمدی زمیندار صدر بازار رنگریز محلہ کی صحبت بھی عجیب محبت اندوز تھی غرضیکہ یہاں پر بالکل احمدی جماعت ہی کی صحبت حاصل تھی۔ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء میں میرا دفتر سفوری پہاڑ پر چھ ماہ کے لئے چلا گیا۔ وہاں کوئی احمدی نہ تھا البتہ فقراء کی صحبت حاصل رہی۔ آغاز موسم سرما میں دو ماہ کے لئے دہلی دربار جو لارڈ کرزن کی والسرائیگی کے زمانہ میں ہوا تھا چلا گیا۔ وہاں سے بعد اختتام دربار میرٹھ آیا۔ اور فروری سنہ ۱۹۰۳ء میں دفتر بدل کر انبالہ چھاؤنی آ گیا۔ ان دنوں یہاں طاعون کا سخت زور تھا بابو فضل احمد صاحب سکنہ بٹالہ و بھائی شیخ عطاء اللہ صاحب سکنہ دھرم کوٹ بگہ سے ملاقات ہو گئی۔ ان کی صحبت میں اخبار بدر کے پرانے فائلوں کے مطالعہ کرنے کا خوب موقع نصیب ہوا۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں بابو فضل احمد صاحب بحصول رخصت چند یوم خادم ہی کے غریب خانہ میں مہمان رہے۔ چونکہ آپ پہلے احمدی تھے آپکی صحبت سے مجھے بہت ہی فائدہ حاصل ہوا۔ ادھر جناب چودھری رستم علی خان صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس انبالہ شہر سے نیاز حاصل ہو گیا۔ میرے مکرم بابو محمد یوسف صاحب احمدی ٹھیکیدار کمسریٹ میرے قریب ہی توپخانہ بازار میں رہتے تھے۔ ان سے کتاب حقیقۃ الوحی لے کر ساری مطالعہ کی۔ جناب چودھری رستم علی خان صاحب کا یہ معمول تھا کہ ہر اتوار کو صبح ہی پیدل ۵ میل شہر سے چل کر توپخانہ آ جایا کرتے تھے۔ اور صدر بھر کے تمام احمدی احباب کو اکٹھا کر کے نماز ظہر و عصر پڑھتے اور شام سے قبل شہر کو تشریف لے جاتے تھے۔ ذہن میں تو میں شروع اپریل سنہ ۱۹۰۶ء میں شامل ہو گیا تھا۔ مگر ابھی بیعت نہ کی تھی۔ ایک دن میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے یہ آیت کنت انت الرقیب علیھم پڑھی تو مجھے آیتوں کے سیاق و سباق سے یقین آگیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام واقعی فوت ہو چکے ہیں۔ اب ان کا دوبارہ آنا ناممکن الوقوع ہے۔ غرضیکہ قرآن شریف کی راہ نمائی اور احمدی احباب کی فیض صحبت سے متاثر ہو کر میں نے دستی بیعت کرنے سے پہلے بذریعہ خط سنہ ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحب سے معہ بیوی اور تین بچوں (۲ لڑکے اور ایک لڑکی) بیعت کا شرف حاصل کیا پھر ماہ اخیر ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں اپنے عزیز ملک جلال الدین صاحب سکنہ دھرم کوٹ بگہ کو ہمراہ لے کر قادیان تشریف گئے اور نماز ظہر کے بعد مسجد مبارک میں خاص حضرت صاحب کے دست مبارک پر ہم دونوں نے بیعت کی۔ اور اسی روز شام کو موضع بھیل چک میں آ کر جمعدار حسین بخش صاحب منشر کے ہاں مہمان ہوا۔ اور علی الصباح ہی امرتسر چلا گیا۔

یہاں تک تو میرے احمدی ہونے کی سرگذشت ہے۔ اور اب اس سے آگے میری احمدی زندگی کے کچھ لطائف ہیں۔ جو میں بفضلہ ذیل میں درج کرتا ہوں:-

دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء کے سالانہ جلسہ پر جو آخری جلسہ حضرت صاحب کی حیات کا تھا میں شامل ہوا تھا ۹ بجے حضرت صاحب گھر سے ان سیڑھیوں کے ذریعہ نیچے تشریف لائے۔ جو مسجد مبارک سے چھتی گلی میں دفتر محاسب کے کونے کے عین مقابل اترتی ہیں۔ حضور دوسری سیڑھی پر کھڑے ہو گئے۔ اور مولوی نور الدین صاحب کو خاص طور پر بلوا کر فرمایا:-

" رات جو مہمان بہت دیر سے آئے ہیں۔ ان کو کھانا نہیں ملا۔ اور وہ بالکل بھوکے رہے ہیں۔ اور ان کی فریاد عرش معلی تک پہنچی ہے۔"

مولوی صاحب نے عرض کیا "حضور درست ہے واقعی ان کو کھانا پہنچانے میں کوتاہی ہوئی ہے۔" فرمایا:-

" ایک کمیٹی چار یا پانچ آدمیوں کی بنائی جائے۔ جو رات بھر مہمانوں کی آمد و رفت کی نگہداشت اور ان کے کھانے کا انتظام کرے۔ تاکہ آئندہ دوستوں کو تکلیف نہ ہو۔"

اسوقت ہم لوگ سب گلی میں تنور کے سامنے کھڑے تھے۔ بعدہ حضور سیر کے لئے جس طرف نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی بنی ہے تشریف لے گئے۔ تمام احباب حضور کے دائیں بائیں قطار باندھے ہمراہ جا رہے تھے۔ جب حضور واپس لوٹے تو مسجد نور والی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ ایک دوست نے اپنی چوتھی بچھا دی۔ تو حضور معہ صاحبزادہ صاحب (خلیفہ ثانی) اس پر بیٹھ گئے۔ صاحبزادہ صاحب کے سر پر ترکی ٹوپی تھی۔ پھر مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے ایک فارسی نظم سنائی۔ نماز ظہر کے بعد حضور نے مسجد اقصٰی میں تقریر فرمائی۔ جس کا ایک فقرہ مجھے خوب یاد ہے۔ فرمایا:-

" حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات تو ثابت ہو چکی ہے۔ اب دوسرے مسائل کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے"

(باقی آئندہ)

ملازمت کی ضرورت

ایک مخلص احمدی نوجوان جو اعلیٰ درجہ کے منشی ہیں۔ دفاتر کا ہر قسم کا کام جانتے ہیں۔ انگریزی یا اردو میں نقشہ نویسی اور امور زراعت کے کام سے بھی واقف ہیں۔ عرصہ سے بیکار ہیں۔ ملازمت کے خواہشمند ہیں۔ تنخواہ خط و کتابت سے طے ہو سکتی ہے۔

خط و کتابت بذریعہ

منیجر اخبار الحکم قادیان

کیجئے

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کیلئے اسکے کلام و حالات پڑھو

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کے لئے کونوا مع الصادقین کے ارشاد پر عمل کر کے اس کے روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے ایک عجیب نسخہ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی پڑھو۔ ان حالات زندگی سے معلوم ہوگا کہ آپ کس خاندان میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کن حالات میں ہوئی اور آپکے مشاغل زندگی کیا تھے؟ خدا تعالیٰ سے اور اسکی مخلوق سے ان ایام میں آپ کے تعلقات کس قسم کے تھے۔ آپ کی سوانحعمری کے دو حصے اس قسم کے مضامین پر مشتمل شائع ہو چکے ہیں۔ اور حیات النبی کے نام سے موسوم ہیں۔ قیمت ہر دو جلد عہ

حیات احمدؑ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات کو خاکسار شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور کی چالیس سالہ زندگی کے دوسرے دور یعنی ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۹ء تک کے حالات شائع ہو رہے۔ چونکہ تالیف ضخیم ہوگی اس لئے تھوڑا تھوڑا صفحے کے حصص میں شائع ہو رہی ہے جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا۔ اب دوسرا نمبر جس میں ۱۸۸۲ء تک کے حالات ہیں شائع ہو گیا ہے۔ حسب معمول اس کی بھی قیمت ایک روپیہ ہے۔ اگر احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو جائے۔ تو اس کے لئے کم از کم پانچسو ایسے خریدار تیار ہو جاویں کہ چھپنے پر فوراً خرید لیا کریں

سیرۃ مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و اخلاق سوانح زندگی کے ساتھ جو چیز خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ذریعہ حیرت انگیز تبدیلی انسانی قلوب میں کرتی ہے وہ ان کے اخلاقی معجزات ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور آپکے کیریکٹر کی اعلیٰ شان حاصل کریں تو سیرۃ مسیح موعود کا مطالعہ ضروری ہے جس میں حضرت کے شمائل و عادات و معمولات اور آپکے فلسفہ اخلاق کا امتیاز اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دوستوں کو ارمغان دینے کے قابل ہے۔ اور سعادت مند شریف الطبع

تعلیم یافتہ جماعت کے افراد میں تبلیغ کا خدا چاہے تو بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے قیمت ہر جلد صرف ایک روپیہ مکمل سٹ کی قیمت دفتر سے دریافت کیجئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مکتوبات اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مبلغین کو لکھے اور اپنے مخالفین اور دوستوں کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ وہ اسوقت تک چھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور چار جلدیں اس سلسلہ کی اور باقی ہیں۔ اور یہ خطوط جو دوستوں کو لکھے ہیں اپنے اندر ایک زندگی کی روح اور قوت رکھتے ہیں نہایت بیش قیمت مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصوف کی حقیقت اور قرب الٰہی کے حصول کے سادہ اور آسان طریق۔ غرض عجیب عجیب مضامین پر بحث ہے خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور دعاؤں کی قبولیت کے راز اور دعاؤں کے اثر اور قوت اعجاز کا ایک لطیف بیان ان میں ملے گا۔

اور جو خطوط مخالفین اسلام اور سلسلہ کو لکھے ہیں ان میں صداقت کے زبردست دلائل قرآن مجید سے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت جلالی و جمالی شان کا اظہار پر شوکت الفاظ میں کیا گیا ہے۔ غرض یہ مجموعہ قابل دید ہے ہر جلد کی قیمت جو کچھ بھی نہیں صرف ایک روپیہ ہے۔

ملنے کا پتہ

الحکم بکڈپو

قادیان دار الامان

ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

"یہ کتاب ہر احمدی کے پاس ہونی چاہیئے۔ اور کون احمدی ہے جو اس کی خواہش نہ رکھتا ہو"

"اگر شیخ صاحب کی زندگی میں یہ کام نہ ہوا تو پھر دس کروڑ روپیہ خرچ کر کے بھی اسکو پورا نہ کر سکیں گے"

آپ نے جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:——

"وہ اس سٹاک کو جو موجود ہے خرید لیں تاکہ کام برابر جاری رہ سکے"

وصیت ۸۰۹۹

منکہ نواب الدین ولد فوجدار قوم جٹ عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ماہ جولائی ۱۹۱۰ء ساکن قادیان محلہ دار الفضل خادم مسجد دار الفضل قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۲۳ ۱۳ وصیت کرتا ہوں کہ میری اسوقت ماہوار آمدنی تقریباً سات روپیہ ہے مبلغ چار روپے تنخواہ مسجد الفضل سے ملتی ہے۔ اور مبلغ تین روپیہ علاوہ اسکے ہو جاتی ہے۔ اس میں سے حصہ وصیت صدر انجمن کو دسواں حصہ ادا کرتا ہوں گا۔ غرض اللہ کے فضل سے جس قدر آمدنی میں ترقی ہوگی اسی قدر حصہ آمد بھی اس حساب سے دیتا رہوں گا۔ لیکن اسوقت آمد کے لحاظ سے ۱۲ر ماہواری انشاء اللہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور اس کے علاوہ کوئی جائداد یا روپیہ حاصل ہوگا تو اس کا حصہ بھی ادا کروں گا۔ اور میرے مرنے کیوقت جو میری جائداد متروکہ ہوگی اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ مقبرہ بہشتی ہوگی۔ لہذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ مقبرہ بہشتی کو لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے۔ اور وقت ضرورت کے کام آوے۔

العبد۔ نواب الدین ولد فوجدار مہاجر قادیان محلہ دار الفضل
گواہ شد۔ فضل الٰہی محلہ دار البرکات بقلم خود ۱۲/۲۳ ۱۳
گواہ شد محمد الطاف خان جنرل محصل لوکل انجمن احمدیہ قادیان بقلم خود

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)